میں اپے پائیاں کنڈیاں

عشنا کوثر سردار

زندگی ایک جمی ہوئی لکیر کی مانند' جانے کیوں ایک ہی جگہ اور منجمد ہو گئی' بے حد سرد... بے حد جامد... وہی سوچ پھر یکدم عود کر آئی' تو وہ تمام باتوں کو بھول کر اپنی بے وقوفی پر ایک بار پھر مسکرا دی۔ "آئی ایم ریئلی اسپوئیڈ مس عفاف فریدون خان یور آر ریئلی دی فولش ون۔" وہ خود کو ہمیشہ کی طرف ایک بار پھر باور کراتی ہوئی گیٹ کے سامنے رک کر ایک گہرا سانس خارج کرتی ہوئی' شکر بجالا رہی تھی کہ بس اسٹاپ سے اس گھر تک کا طویل ترین فاصلہ طے ہو گیا۔

!خواہ کسی طور ہی سہی

خود سے سے الجھتے اور خود کو عظیم ترین القابات سے نوازتے ہی سہی۔

اس نے بہت سی سوچوں کو ایک طرف رکھتے ہوئے بیل پر ہاتھ رکھ دیا تھا۔

ایک... دو... تین... اور آخر کار بوا اس کے سامنے تھیں۔"

"اتنی دیر کر دی آج تم نے؟ میرا تو دل ہول رہا تھا۔"

ہاں بس آج ٹریفک حسبِ معمول پھر جام تھا۔ کراچی کی ٹریفک پرابلمز تو روز کا معمول بن گئی ہے۔ جانے" کیوں کوئی بہتر حل تلاش نہیں کر لیا جاتا اس مسئلے کا۔ جب پتہ ہے اتنا بڑا شہر ہے' اتنی گاڑیاں ہیں' اور اتنے لوگ شام کے اس لمحے دفاتر سے فارغ ہو کر نکلتے ہیں' تو یہاں ہمیشہ مسائل ہی کی صورت سر اٹھائے پوری آب و تاب سے کھڑے منہ چڑاتے رہتے ہیں اور۔" وہ تیز آواز میں بولتی ہوئی گلاس ڈور کھول کر اندر داخل ہوئی تھی' اور پھر یکدم اپنے سامنے ایک یکسر اجنبی شخص کو وسیع و عریض ڈرائنگ روم کے صوفے پر بیٹھے دیکھ کر اس کے اُٹھتے قدم اور چلتی زبان دونوں ہی لمحہ بھر کو تھم گئے تھے۔

اس نے ایک نظر اس اجنبی کو دیکھا تھا۔ جواب میں تقریباً یہی کارروائی ان موصوف کی جانب سے بھی ہوئی تھی' اور اس کی نظروں کو دیکھ کر لمحہ بھر میں وہ اپنے پیچھے آتی ہوئی بوا کو مڑ کر دیکھنے لگی تھی' مگر شاید بلکہ یقینا بوا اپنی سست روی کے باعث اب تک گیٹ سے یہاں تک کا فاصلہ طے کرنے میں ایک بار پھر ناکام رہی تھیں۔ عفاف فریدون خان نے تب ایک نظر پھر اس خاصے معقول انسان پر ڈالی تھی' اور پھر

کچھ کہے یا بولے بغیر وہ سیڑھیوں کی جانب بڑھ گئی تھی۔

یقینا بوا کا کوئی مہمان ہو گا... "اپنے کمرے تک آتے ہوئے اس نے قیاس کیا تھا' پھر دروازہ کھول" کر اندر داخل ہوتے ہی اس نے شولڈر بیگ ایک طرف ڈالتے ہوئے' اور بیڈ پر گرتے ہوئے سب سے پہلے بالوں کو اسکارف سے آزاد کیا تھا۔ چند ثانیوں تک خود کو یونہی ریلیکس کیا تھا' پھر اٹھ کر بیٹھتے ہوئے پیروں کو فلیٹ جوتوں سے آزاد کیا تھا' اور پھر واش روم میں گھس گئی تھی' اور جب وہ فریش ہو کر باہر نکلی' تو رحمت اس کے لئے چائے کا کپ رکھ کر جا چکا تھا۔

بھاپ اڑاتی چائے کے کپ کو اس نے تشکر بھری نظروں سے دیکھتے ہوئے اٹھا کر لبوں سے لگا لیا تھا۔ دو... چار سپ لینے کے بعد اس نے کپ سائیڈ ٹیبل پر رکھتے ہوئے' بالوں کو ٹاول کی قید سے آزاد کرتے ہوئے' پشت پر ڈال دیا تھا' اور پھر دوبارہ چائے کا کپ اٹھا کر چھوٹے چھوٹے سپ لینے لگی تھی۔ تبھی رحمت آ گیا تھا۔

بوا پوچھ رہی ہیں کھانے میں کیا بناؤں؟" اور تب وہ سر اٹھا کر اس کی جانب دیکھنے لگی تھی۔ "

"وہ مہمان چلا گیا؟"

نہیں جی ابھی کہاں... شاید رہیں گے کچھ دن... بواجی کے قریبی بھتیجے ہیں' انتہائی عزیز... بواجی ایسے "
"ہی تھوڑا جانے دیں گی۔

"اوہ...!"اس نے ہونٹ سکوڑے... "پھر تو کھانے میں کچھ اہتمام درکار ہو گا۔"

ہاں یہ تو ہے جی... "رحمت نے سر اثبات میں ہلایا۔"

پھر کیا سوچا ہے تم نے؟"اس نے رات کے کھانے کے مینو کے متعلق دریافت کیا۔"

کیا جی... کس بارے میں؟"رحمت کی باچھیں چر کر کانوں سے لگیں عفاف اسے گھور کر رہ گئی۔"

"میں مینو کے متعلق دریافت کر رہی ہوں۔"

"ہاں جی وہی تو میں بھی دریافت کر رہا ہوں؟"

رحمت نے فوراً ہونٹ سکوڑتے ہوئے کہا۔

جاؤ کچھ بھی بنالو۔"اس کی سمجھ میں فوری طور پر کچھ نہ آیا' تو اکتائے ہوئے انداز میں بولی۔ ایک تو اس"
قدر تھکن ہو رہی تھی' سر میں بھی درد محسوس ہو رہا تھا۔

رحمت کوئی حکم نہ پا کر واپس لوٹ گیا۔ اس نے کپ خالی کر کے ایک طرف رکھتے ہوئے ڈریسنگ ٹیبل کے سامنے آ کر برش اٹھایا' پھر بال سلجھاتے ہوئے جانے کیا خیال آیا کہ بالوں کو پشت پر ڈالتے ہوئے' وہ اٹھ کھڑی ہوئی لائٹ براؤن دوپٹے کو شانوں پر پھیلا کر باہر نکل آئی۔ سیڑھیاں اترتے ہوئے اپنی جانب رخ کیے بیٹھے اس شخص سے بلاارادہ نگاہ ٹکرائی' وہ بوا کے ساتھ یقیناً باتیں کرتے ہوئے مسکرا رہا تھا۔ عفاف پر نگاہ جو اٹھی' تو لمحہ بھر کو رکی رہ گئی' وہ بے تاثر چہرے کے ساتھ اپنی توجہ اسٹیئرز پر جماتے

ہوئے ایک ہاتھ سے چہرے پر آتے ہوئے سلکی بالوں کو کان کے پیچھے کرتی ہوئی زینہ کراس کرتی ہوئی کچن کی جانب بڑھ گئی۔

آپ آگئی بی بی جی۔" رحمت نے پیاز کاٹتے ہوئے ایک حیرت بھری نگاہ اس پر ڈالی۔"

ہاں۔" اس نے ایک گہرا سانس لے کر کہا' پھر اپرن پہننے لگی۔"

"بنا کیا رہے ہو؟"

"جی فی الحال تو بریانی کے لئے مسالہ تیار کر رہا ہوں۔"

او کے پیچھے ہٹو... میں دیکھتی ہوں!" اسے کہہ کر وہ چولہے کے سامنے آن کھڑی ہوئی۔ رحمت کتنا" پرفیکٹ کک تھا' یہ وہ اچھی طرح جانتی تھی' تبھی اپنے آرام کی قربانی دیتی ہوئی وہ یہاں آگئی تھی کہ مہمان اس کے سال بھر کے قیام میں پہلی بار آیا تھا' اور وہ نہیں چاہتی تھی کہ اسے کسی قسم کی کوئی شکایت ہو۔ بوا اتنی اچھی تھیں کہ ان کو یا ان سے وابستہ کسی شے کو وہ کم از کم وہ تکلیف دینا نہیں چاہتی تھی۔

پھر تمام تر کام نمٹا کر وہ اپنے کمرے میں آگئی تھی۔ خیال تھا کہ کھانا اپنے کمرے میں ہی کھائے گی' مگر اس وقت سخت کوفت ہوئی' جب رحمت بجائے کھانے کی ٹرے کے اسے خالی ہاتھ بلانے آگیا۔

وہ جی بوا جی آپ کو نیچے بلا رہی ہیں۔" اور تب وہ کتنی ہی دیر تک رحمت کو خاموشی سے دیکھتی رہی تھی۔"

کیا جواب دوں جی؟" رحمت نے اسے خاموش دیکھ کر دوبارہ دریافت کیا تھا' اور تب اس نے ہولے" سے ایک گہرا سانس لیتے ہوئے سر اثبات میں ہلا دیا تھا۔ رحمت فوراً باہر نکل گیا تھا' اور وہ کچھ دیر تک یونہی سوچتی رہی تھی' پھر اٹھ کھڑی ہوئی تھی۔

بوا اسے دیکھ کر مسکرا دی تھیں۔

آؤ' بیٹھو یہاں میرے پاس۔" بوا نے اسے اپنے قریب بیٹھنے کے لئے کہا' تو بلا ارادہ ہی کرسی کھینچتے" ہوئے اس کی نگاہ اپنے بالکل سامنے بیٹھے شخص پر جا ٹکی۔ اس وقت وہ بھی اسی کی جانب دیکھ رہا تھا۔ وہ نگاہ جھکا کر ٹیبل کی سطح کو دیکھنے لگی' تبھی اس کے کانوں میں بوا کی آواز پڑی۔

بیٹا! یہ عزیر حسن آفندی ہے' میرا بہت عزیز بھتیجا... تعلیم کی غرض سے عرصہ دراز باہر رہا۔ اب ایک" ملٹی نیشنل فرم میں بہت اچھی پوسٹ پر ہے۔ میں تو شکل دیکھنے کو بھی ترس جایا کرتی تھی۔ آج بھی اچانک آمد پر حیران رہ گئی ہوں۔" بوا بتاتے ہوئے مسکرائیں' تو وہ سر اٹھا کر سامنے بیٹھے شخص کی جانب دیکھنے لگی۔

یہ عفاف فریدون خان ہے۔" بوا نے اس کا تعارف پیش کیا' وہ دھیرے سے مسکرا دیا۔ وہ بھی رسماً" مسکرائی۔

"ہیلو۔"

بلیک سوٹ میں نک سک سے تیار شخص نے جواباً بڑے مہذب انداز میں سر ہلایا تھا' اور تب وہ دوبارہ" سے اپنی پلیٹ کی جانب دیکھنے لگی تھی۔

تمام کھانا عفاف نے ہی بنایا ہے۔ بڑی لذت اور ذائقہ ہے اس کے ہاتھ میں۔" بوا نے مطلع کیا۔ وہ" جی اندازہ ہو رہا ہے مجھے۔" اس نے کہا تو عفاف کی نظر لمحہ بھر کو پھر اس پر ٹک گئی۔ "مسکرایا۔

بوا جی ہمیشہ سچ بولتی ہیں۔" اس نے براہ راست مخاطب کرتے ہوئے کہا' تو وہ کوئی جواب دیئے بغیر اپنی" پلیٹ پر جھک گئی۔

وہ چھوٹا شوبی کیسا ہے ؟ کہہ دیا کبھی آجایا کرے وہ بھی اپنی بوا سے ملنے۔ "بوا نے غالباً ان موصوف سے "
چھوٹے کسی حضرات کا ذکر کیا تھا۔
جی ضرور آئے گا وہ بھی!!"سعادت مندی سے جواب دیا گیا۔"
"کر کیا رہا ہے؟"
اس کے شوق کچھ مختلف نوعیت کے ہیں... میوزک... کمپیوٹر... کرکٹ... پڑھنے کے ساتھ ساتھ وہ"
"ہر جانب توجہ مبذول کئے ہوئے ہے۔ ویسے انجینئرنگ کا آخری سال ہے اس کا۔
"اور وہ مونا... واہ کینٹ سے آتی جاتی بھی ہے' یا فقط سسرال کی ہی ہو کر رہ گئی؟"
"بڑے خوبصورت گول مٹول سے شہزادے ہیں اس کے... آتی جاتی رہتی ہے۔"
ہاں بس یہ کراچی ہی دور ہے..."بوا نے کہا۔"سوچتی ہوں بوریاں بستر اٹھا کر میں بھی اسلام آباد جا"
"بسوں۔
وہ مسکرایا۔
زہے نصیب... میرے ساتھ ہی چلئے نا۔"اس کے شرارت سے پُر انداز پر بوا یکدم مسکرا دیں۔"
"شرم تو نہیں آتی بوا کو چھیڑتے ہوئے۔ وہ ننھی شرارتی گڑیا کا کیا حال ہے۔"
"وہ ثومیہ... ہاں وہ بھی میٹرک میں آگئی ہے... شیطان کی نانی ہے۔"
وہ آہستہ سر جھکائے کھانا کھاتی رہی' خالص گھریلو قسم کی گفتگو میں یقیناً وہ مس فٹ فیل کر رہی تھی خود
"کو۔

کراچی کا پروگرام طویل ہے یا مختصر... مجھے اس سے کوئی سروکار نہیں اب کے آیا ہے' تو کچھ دنوں"
تک جانے نہیں دوں گی۔" بوا نے کہا۔

اب تو آنا جانا لگا رہے گا۔" اس نے بوا کو جواب دے کر اس کی جانب دیکھا۔"

"آپ نے کھانا واقعی بہت اچھا بنایا ہے' میں کافی کھا گیا۔"

شکریہ..." وہ اس قدر کہہ سکی۔ پھر کرسی کھینچ کر اٹھ کھڑی ہوئی۔"

اوکے بوا میں اپنے کمرے میں جا رہی ہوں' صبح پلیز جگا ضرور دیجئے گا' یہ نہ ہو میں سوتی رہ جاؤں۔" وہ"
بولی تو بوا سر ہلانے لگیں۔

"بیٹھو نا... رحمت کافی لا رہا ہے۔"

اپنے کمرے میں پیوں گی... بہت تھک گئی ہوں' اور آپ جانتی ہیں میں شدید تھکن میں سو نہیں"
پاتی... ہاں کافی البتہ اچھی شے ہے رحمت سے کہہ کر میرے کمرے میں بھجوا دیجئے گا۔ شب بخیر۔"
جیسے وہ زینے کی طرف مڑی تبھی بوا بولی تھیں۔

فنانشل پرابلمز تو خیر مجھے کبھی نہیں رہیں' مگر اس لڑکی کو جب بطور پے انگ گیسٹ رکھنے کا مرحلہ آیا' تو"
میں انکار نہ کر سکی۔ اس کے متعلق میری ایک دیرینہ دوست نے مجھ سے کہا تھا۔ اس کی بیٹی کی یہ بہت اچھی دوست ہے' اور ان کے ہاں بچپن سے ان کی فیملی کی ریلیشن تھے۔ بہت معزز' بہت مہذب خاندان سے تعلق ہے۔ بہت بڑی جائیداد بھی ہے' مگر قسمت کی بدبختی کہ ماں باپ کی موت کے بعد تنہا نہیں رہ سکتی... خود کو مصروف رکھنے کے لئے جاب کر رہی ہے۔ بہت اچھی اور معصوم لڑکی ہے... میرا بھی وقت اچھا گزر جاتا ہے اس کے باعث' ورنہ تو گھر میں ویرانی سی ویرانی تھی۔ اس کے آجانے سے کسی حد

تک میری زندگی کی تنہائی کو بھی آسرا مل گیا۔ تمہارے انکل کے بعد تو بس جیسے میری زندگی بھی ختم ہو گئی تھی، مگر اس بچی کے باعث میری زندگی میں پھر ایک رونق سی آ گئی ہے۔" بوا نے بتایا تو وہ سر ہلانے لگا۔

>>>

صبح شاید بوا کی آنکھ بھی دیر سے کھلی تھی، تبھی اسے اٹھانے کو بھی دیر سے آئی تھیں، اور وہ تو وقت پر اٹھتی تو تیار ہونا محال ہوتا تھا، کہاں پندرہ بیس منٹ میں تیار ہونا، مگر وہ چھٹی کرنا نہیں چاہتی تھی۔ تبھی، جلدی جلدی تیار ہو کر نیچے آ گئی تھی۔

"ناشتہ..." بوا نے پکارا تھا۔ ناشتے کی ٹیبل پر بوا مہمان کے ساتھ بیٹھی ناشتہ کر رہی تھیں۔ مہمان ڈان کے صفحات چہرے کے سامنے کئے چائے کے سپ بھی لے رہا تھا۔

"نہیں بہت دیر ہو جائے گی۔" وہ ریسٹ واچ کا لاک بند کرتی ہوئی بولی۔

"ایسی بھی کیا قیامت آ گئی ہے۔ عزیز چھوڑ دے گا۔ یوں بھی یہ بھی نکل رہا ہے، ایک ضروری کام کے لئے۔ راستے میں تمہیں بھی ڈراپ کر دے گا۔ آجاؤ شاباش صبح خالی پیٹ رہنا سو بیماریوں کو دعوت دینا ہے۔" بوا نے چائے بنا کر کپ بڑھایا، تو وہ انکار نہ کر سکی۔ ایک نظر محترم مہمان پر ڈالی، جو دھیان دیئے بغیر بزنس پیج کو بغور دیکھ رہے تھے۔ اس نے ایک نگاہ ریسٹ واچ پر ڈالی تھی۔ پھر ٹیبل کی جانب بڑھ آئی تھی۔ کھڑے کھڑے ہی کپ اٹھا کر لبوں سے لگا لیا تھا۔ دوسرے ہاتھ سے سلائس اٹھایا تھا۔

"ارے تمیز سے بیٹھ کر کھاؤنا..." بوا نے ڈانٹا۔

"اوں... ہوں... ایسے ہی ٹھیک ہے۔"

اس نے بمشکل ایک سلائس کو ختم کیا' اور چائے کے سپ لیتے ہوئے کپ ٹیبل پر دھر دیا۔ تبھی عزیر بھی اٹھ کھڑا ہوا۔ یقیناوہ اس کی تمام کارروائی دیکھ چکا تھا' اسے جانا اگرچہ اس کے ساتھ تھا' مگر وہ اس سے قبل ہی باہر نکل آئی۔ گلاس ڈور کو تقریباً گھورتے ہوئے اس نے دیکھا تھا۔ ایک ...دو... تین... چار... پانچ... منٹ ایک ساتھ گزر گئے' مگر وہ جب بر آمد ہوا تو وہ ارادہ باندھنے لگی کہ اسے نکل جانا چاہئے' خوامخواہ انتظار کروایا۔ اس نے فوراقدم بڑھا دیئے۔ بجری کی سرخ روش چلتے ہوئے جانے کیسے اس کا پاؤں مڑا' قریب تھا کہ وہ گر جاتی کہ ایک جست پیچھے تعاقب کرتے شخص نے فوراً اسے تھام لیا۔

تھین... تھینک یو...!"وہ بمشکل خود کو سنبھالے ہوئے اسی قدر کہہ سکی۔"

اٹس اوکے... مگر ایسی بھی کیا جلدی ہے..." وہ مسکرایا۔ وہ دیکھتی رہ گئی' تب وہ آگے بڑھ گیا' اور" پورچ سے گاڑی نکال لایا۔ وہ جانے کس کیفیت میں گم یکسر بے خبر کھڑی تھی۔ اس نے ایک ساتھ کئی ہارن دے ڈالے' اور تب وہ یکدم چونک کر دیکھنے لگی' پھر جلدی سے گاڑی کی جانب بڑھ گئی۔

آپ روز اسی طرح آفس پہنچتی ہیں؟" گاڑی گیٹ سے باہر نکالتے ہوئے اس نے دریافت کیا تھا' اور" تب عفاف نے چونک کر دیکھا تھا۔ اس کے لبوں پر بڑی شریر سی مسکراہٹ تھی۔ وہ یقینا اس کی تمام کیفیتوں سے محظوظ ہوتا رہا تھا۔

جی نہیں!" وہ اسی قدر کہہ کر آفس کا ایڈریس بتانے لگی تھی' تب عزیز حسن آفندی اس لڑکی کو دیکھتا رہ گیا" تھا۔ بہت کم لوگ ہوتے ہیں' جو پہلی نگاہ میں بہت متاثر کرتے ہیں۔ جیسے وہ اپنے اندر ایک مقناطیسیت

رکھتے ہیں، اور بنا کوئی دستک دیئے دل میں گھسے چلے آتے ہیں، اور دل کے سنگھاسن پر بڑی بان اور شان کے ساتھ براجمان ہو کر حکمرانی کے سارے داؤ پیچ استعمال کرنے لگتے ہیں۔ یہ تمام باتیں فقط اس کے سننے میں آئی تھیں، مگر ذاتی طور پر وہ یہ سب باتیں نہیں مانتا تھا۔ وہ نہ تو اس غیبی قسم کی مقناطیسی قوت کے کسی اسرار و بھید کو مانتا تھا، نہ ہی کسی کیوپڈ کے تیر کے یکدم چل جانے کو... بلکہ سرے سے اسے پہلی نظر کی محبت پر یقین ہی نہ تھا۔ وہ ہمیشہ دوستوں کے درمیان بیٹھا، اس موضوع پر لمبے چوڑے لیکچر دیا کرتا تھا۔

جس شخص کو آپ صحیح طور سے جانتے بھی نہیں... ڈھنگ سے دیکھ بھی نہیں پاتے... پہلی ہی نگاہ میں" محبت کا شکار کیونکر ہو سکتے ہیں۔ ان کی خوبیاں اور خامیاں آپ کی نگاہ سے یکسر پوشیدہ ہوتی ہیں، اس کی سوچ... اس کی عادات اس کی سوچ و فکر اس کے اندرونی احساسات کے متعلق جب آپ کچھ نہیں جانتے، تو پھر محبت کا راگ کیونکر، محبت ظاہری قسم کے حسن سے تو نہیں ہو سکتی۔ ہو سکتا ہے پہلی نگاہ میں نظر آنے والی شے بناوٹ سے لبریز ہو۔ مصنوعی ہو، اور پھر پہلی ملاقات میں کوئی کتنا کھل سکتا ہے، پہلی نگاہ میں محبت ناممکن ہے۔ میں نہیں مانتا۔" وہ کتنی ہی تاویلیں دیتا ہوا یکدم نفی میں سر ہلانے لگتا تھا، اور تب اس کے تمام دوست کھلکھلا کر ہنسنے لگے تھے۔ اویار محبت اندھی ہوتی ہے۔ یہ بہت کچھ دیکھتے ہوئے بھی نہیں دیکھتی، اور بہت کچھ نہ دیکھتے ہوئے بھی دیکھ لیتی ہے۔ فقط دل کی آنکھوں سے۔" یاسر کھلکھلا کر ہنستے ہوئے کہتا تھا۔

میں ایسا نہیں سوچتا، یہ ایک روایتی سوچ ہے، جس کا تعلق ہماری عشقیہ کہانیوں مثلاً ہیر رانجھا، لیلیٰ" مجنوں، سوہنی مہینوال سے ہے۔ بھئی وہ فقط کتابوں کی باتیں تھیں، جو کتابوں سے نکل کر زبان زد عام

ہوئیں' اور حقیقت کا روپ نظر آنے لگیں... لوگوں کو ان قصوں میں اتنی کشش محسوس ہوئی کہ وہ ان کو سچ لگنے لگے۔"

"مگر یہ بھی تو ہو سکتا ہے... یہ سچ ہو۔" عامر کو جانے کیوں اختلاف ہوتا۔

"ہو سکتا ہے اور ہونے میں بہت فرق ہے۔"

"ہیر رانجھا... وارث شاہ کا شاخسانہ تھا' اور رومیو جولیٹ... شیکسپیئر کی ایک کاوش... حقیقت فقط صفر۔ یعنی تم محبت کو نہیں مانتے۔" یاسر ہنس کر دریافت کرتا۔

"محبت کو میں مانتا ہوں' مگر پہلی نگاہ کی محبت کو نہیں... محبت بہت آہستہ آہستہ سر اٹھاتی ہے۔ یہ دودھ کا ابال نہیں... پہلی نگاہ میں تو محض آپ کو کوئی اچھا لگ سکتا ہے' یا پھر برا... محبت آپ کو اس سے قطعی نہیں ہو سکتی۔"

"کسی کا اچھا لگنا ہی تو پہلی اسٹیج ہے۔" عامر مسکرا کر کہتا ہے۔

"مگر وہ محبت کیسے ہو سکتی ہے؟ پسند تو بہت سی چیزوں کو کیا جاتا ہے' مگر وہ بہت سی چیزیں ہمارے لئے محبت کا درجہ تو نہیں رکھتیں۔ محبت تو سانسوں میں بسنے اور سینے میں دھڑکنے کا نام ہے بے خود اور مدہوش کر دینے والی کیفیت محبت ہے' پہلی نگاہ میں اچھی لگنے والی شے ہمیں دوسری نگاہ میں بری بھی تو لگ سکتی ہے۔"

"او یار تیری لوجک بہت مختلف ہے' کم از کم ہم تجھے مطمئن نہیں کر سکتے۔" یاسر نفی میں سر ہلانے لگتا۔

"ہاں تجھے مطمئن کرے گی ایک دن خود محبت۔"

عامر مسکراتا۔

"وہ کم از کم پہلی نگاہ کی محبت قطعی نہیں ہو گی۔"

وہ نفی میں سر ہلاتا۔

"تو پھر تو ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھا رہ جائے گا۔"

یاسر ہنستا۔

یہ تو جب کبھی کیوپڈ محترم کے تیر کا شکار ہوں گے' تو فوراً حفاظتی بند باندھتے ہوئے فرمائیں گے۔"

سودا ہے عمر بھر کا کوئی کھیل تو نہیں

!اے چشم یار مجھ کو ذرا سوچنے تو دے

یاسر مسکراتا ہوا بولا تھا' اور اس وقت وہ کھلکھلا کر ہنسنے لگا تھا۔

اور اب بھی جب ان سب باتوں کو لمحہ بھر کو یاد کیا تھا' تو وہ مسکرائے بغیر نہ رہ سکا تھا۔ محبت تو اب بھی نہیں تھی، مگر کوئی پیکر پہلی بار نظروں میں جچا ضرور تھا۔

عفاف کو گاڑی سے اتر کر اس نے وسیع و عریض رقبے پر پھیلی عمارت کی جانب بڑھتے ہوئے دیکھا تھا۔"

بہت دیر تک نگاہ تعاقب میں رہی تھی۔

جب تک وہ عمارت میں داخل نہ ہو گئی تب تک۔

>>>

وہ شام کو چائے کے ساتھ صبح کا اخبار بھی دیکھ رہی تھی، جب رحمت نے آ کر بتایا کہ فاطمہ کا فون ہے، اور تب وہ فوراً ہی اٹھ کر نیچے چلی آئی تھی۔ لاؤنج میں بوا کے ساتھ بیٹھا وہ شام کی چائے کے ساتھ باتوں میں مصروف تھا۔ وہ قریب سے گزرتی ہوئی فون اسٹینڈ کے قریب جا رکی تھی۔

"ہیلو فاطمہ خدا کا شکر ہے تمہیں میں یاد تو آئی۔"

اس نے پہلا شکوہ یہی کیا۔

"تم مجھے بھولی ہی کب تھیں مس عفاف فریدون خان... اور تم کیا سمجھتی ہو تم بھولنے والی شے ہو؟"

فاطمہ جواب میں بولی تھی، اور وہ کھلکھلا کر ہنسنے لگی تھی۔

"یہ جملہ کچھ پرانا نہیں ہو گیا۔"

"ہاں مگر کچھ چیزوں اور باتوں کو دہرانا بہت ضروری ہوتا ہے۔"

میں ابھی سوچ ہی رہی تھی تمہیں فون کروں۔" عفاف بولی تو وہ ہنس دی۔"

"...زہے نصیب"

"بکو مت... آئی ایم سیریس۔"

"...چلو مان لیتے ہیں، ویسے کیوں آ گئی ہماری یاد"

"فاطمہ۔"

"اوکے... اوکے... کیا کر رہی ہو اس وقت؟"

تم سے بات...!" وہ مسکرائی۔"

"اور آفس؟"

"!بہت تھکا دینے والی جاب ہے... مت پوچھو"

اس نے حقیقت سے کام لیا۔

تو کون کہتا ہے کرو... کونسا کوئی فنانشل پرابلم ہے تمہیں۔"فاطمہ نے کہا۔"

فاطمہ بعض اوقات کچھ اندرونی مسائل بھی ہوتے ہیں، جو نظر نہیں آتے، مگر وہ نظر آنے والے تمام"

"بیرونی مسائل سے کہیں زیادہ سنگین اور پریشان کن ہوتے ہیں۔

"تو ضرورت تو ان مسائل کو حل کرنے کی ہے، نا کہ ان مسائل کے ساتھ بہہ جانے کی۔"

"فاطمہ! یہ ایک دوسرا فلسفہ ہے ہم اس پر پھر بحث کریں گے۔ بس تم فوراً آجاؤ۔"

خیریت...؟"فاطمہ کو جیسے لمحہ بھر کو تشویش ہوئی۔"

"سب ٹھیک ہے... بس یونہی بہت دنوں سے تمہیں دیکھا نہیں ہے نا۔"

اوہ تو یہ اداسی میری حسین صورت کو دیکھنے کی ہے۔"فاطمہ شوخی سے مسکرائی۔"

"فاطمہ، تم تو جانتی ہو کہ میں تمہارے بغیر ادھوری ہوں۔"

"اوہ... کہیں میں بے ہوش نہ ہو جاؤں۔"

فاطمہ ہنسی۔

"اب یہ مت کہنا بکواس ہے۔"

"تو تم آجاؤ نا... میرا گھر دور تو نہیں۔"

"ہاں دور تو نہیں، مگر تم جانتی ہو، میں کتنی مصروف ہوں۔"

ایک تو جسے دیکھو وہی اپنی مصروفیت کا ڈھول پیٹتا نظر آتا ہے۔ فارغ تو جیسے میں ہی ہوں۔" فاطمہ یکدم" خفا خفا سے لہجے میں بولی' تو وہ ہنس پڑی۔

کیوں... میرے علاوہ اور کس نے کہہ دیا؟" وہ جان تو گئی تھی' مگر یونہی چھیڑنے کو پوچھا۔ "

"وہی محترم فہد شیخ۔"

اچھا..." عفاف یکدم ہی کھلکھلا کر ہنسنے لگی تھی۔ "

جب بھی فون کرو... کچھ کہو... فوراً جواب آتا ہے' میں بزی ہوں' میں بزی تھا۔ حد ہو گئی۔ یعنی فارغ" فقط میں ہی ہوں۔" فاطمہ شکوہ کناں تھی۔

"تو تم بھی کچھ کر لو۔"

کر تو لوں' مگر ان مصروف لوگوں کے حصار سے نکلوں تو تب نا... کمبل ہو کر جکڑ رکھا ہے قسم سے" ... ان کی تمام تر مصروفیات مجھے ازبر ہو چکی ہیں' مگر مجھے مکمل یقین ہے اگر کبھی میرا نام ان کے سامنے رکھ کر دریافت کیا جائے گا' تو حیرت سے چونکتے ہوئے پوچھیں گے۔ فاطمہ... فاطمہ شیخ ہوازشی...؟ نام تو سنا ہوا لگ رہا ہے کہیں..." اس نے مکمل طور پر تپے ہوئے انداز میں کہا' تو وہ ہنستی چلی گئی۔

"اٹس ٹو مچ فاطمہ۔ وہ بندہ اتنا لاپروا تو نہیں۔"

ہاں اتنا نہیں' مگر اس سے بہت زیادہ ضرور ہے..." فاطمہ کو جانے کس بات پر غصہ تھا۔ "

"فاطمہ دماغ ٹھنڈا رکھو۔ وہ واقعی بہت نفیس بندہ' ہے اور اہم ترین بات یہ کہ وہ تمہارا فیانسی ہے۔"

ہاں... یہ سب سے بڑی اور ناقابل فراموش حقیقت ہے۔" فاطمہ نے جیسے اقرار کر لیا۔ "

"اوکے تم آؤ' پھر اس پر بات کرتے ہیں۔"

"ابھی تو نہیں آؤں گی۔ آج ان محترم کے ساتھ پزاہٹ کی کمٹمنٹ ہے۔ دعا کرو ان کو یاد رہ جائے۔"

"میں تمہارے لئے دعا کرتی ہوں۔"

"تھینک یو... میں پرسوں آؤں گی... ویک اینڈ پر... رات رہوں گی خوب باتیں کریں گے۔'

اوکے..." اس نے مسکراتے ہوئے خدا حافظ کہا' اور پھر جو پلٹی تو اس شخص کی نظریں خود پر جمی دیکھ کر لمحہ بھر کو جیسے ساکت رہ گئی۔ وہ جب یہاں آئی تھی' تو وہ بوا کے ساتھ باتوں میں مصروف تھا' اور اب' جانے کب سے وہ بیٹھا اس کی جانب اسی زاوئیے سے تک رہا تھا۔ اس کی نگاہ لمحہ بھر کو ٹکرائی تھی' اور جانے کیا تھا اس کی نگاہ میں کہ وہ فوراً ہی نگاہ پھیر کر قریب سے گزرتی ہوئی زینہ چڑھنے لگی تھی۔

>>>

فاطمہ نے آنے کا فون کر دیا تھا' اور وہ اس کے انتظار میں بیٹھی کارٹون دیکھ رہی تھی۔ وہ ٹی وی لاؤنج میں آ کر بولا۔

"بیٹھ سکتا ہوں؟"

"جی' بیٹھ سکتے ہیں۔"

شکریہ...!" وہ اخلاقاً! بولا یقیناً وہ بوا کا خیال کرتے ہوئے اس سے بات چیت کر رہی تھی۔ ورنہ وہ اتنی" ریزرو تھی کہ بمشکل ہی کسی سے جلد بے تکلف ہوتی تھی' مگر اب بات بوا کی بھی تھی۔ وہ بوا کا مہمان تھا' اور وہ نہیں چاہتی تھی بوا کو کسی قسم کی شکایت کا موقع ملے' یا پھر بوا سے وابستہ کوئی اور فرد اسے غیر مہذب تصور کرے کہ وہ جب خود سے اس کے پاس آن بیٹھا تھا' تو پھر وہ کسی طرح سے اگنور کر سکتی تھی۔

تبھی چونک کر دیکھنے لگی' پھر جب گلاس ڈور کھول کر فاطمہ اندر داخل ہوئی' تو وہ ریموٹ ایک طرف رکھ کر فوراً ہی اٹھ کھڑی ہوئی۔

کتنی دیر کر دی تم نے... "اس نے وِش کرنے کے بعد پہلا شکوہ یہی کیا۔"

پاپا نے گاڑی بجھوانے میں دیر کر دی تھی۔ "بتانے کے ساتھ یکدم اس اجنبی شخص پر نگاہ پڑی' جو اس کی" جانب پرُشوق نظروں سے دیکھ رہا تھا۔

فاطمہ اس کی جانب ایک نگاہ ڈالتی ہوئی' عفاف کی جانب دیکھنے لگی۔ آنکھوں میں قدرے شوخی تھی۔

"یہ موصوف کون ہیں...؟"

عزیر صاحب بوا کے مہمان ہیں۔ اسلام آباد سے آئے ہیں۔ "عفاف فریدون خان نے مختصر تعارف" کرایا۔

مجھے نہیں ملواؤگی...؟ "فاطمہ مسکرائی... "ویسے پرسنالٹی تو بہت ڈیشنگ ہے' اور عفاف کو مجبوراً" قریب سے گزرتے ہوئے اس لمحے یکسر نظر انداز کر کے اوپر چلے جانا قطعی اچھا نہ لگا' وہ رکھ رکھاؤ کے تمام لوازمات نبھانا جانتی تھی' تبھی فاطمہ کو لے کر اس کے قریب رک گئی۔

"یہ فاطمہ ہے... میری بہترین دوست۔"

السلام علیکم... کیسی ہیں آپ؟ "وہ فاطمہ سے رسمی انداز میں مسکراتے ہوئے دریافت کرنے لگا۔"

پریٹی فائن اور آپ...؟ "فاطمہ نے جواباً پوچھا۔"

آپ کے سامنے ہوں۔ "وہ بہت دھیمے انداز میں مسکرادیا۔ فاطمہ کھلکھلا کر ہنس پڑی۔"

آپ تو خاصے دلچسپ معلوم ہوتے ہیں۔ "فاطمہ کو جیسے بے انتہا خوشی ہوئی۔"

"شکریہ...!" وہ بہت احترام سے بولا۔

"بوا کہاں ہیں؟" فاطمہ اس سے پوچھنے لگی۔

"وہ ذرا بازار تک گئی ہیں۔" عفاف نے آگاہ کیا۔

"عزیر صاحب آپ کو اس سے قبل نہیں دیکھا؟" فاطمہ اوپر جانے کا خیال ترک کر کے وہیں عزیر حسن آفندی کے پاس ہی بیٹھ گئی۔

"کیونکہ آج سے پہلے میں یہاں تھا ہی نہیں۔"

عزیر حسن آفندی نے مسکرا کر جواب دیا تو وہ ہنسنے لگی۔

عفاف نے اسے مکمل توجہ سے اس شخص سے مخاطب دیکھا، تو رات کے کھانے پر اہتمام کی غرض سے کچن کی جانب بڑھ گئی۔ پھر جب وہ کچن میں بہت سے کام نمٹا کر باہر آئی، تو بوا بھی آچکی تھیں، اور فاطمہ اپنی دوستانہ طبیعت کے ساتھ مسلسل ہنستے ہوئے ان دنوں سے باتوں میں مصروف تھی۔

"کھانا بن گیا؟" بوا نے دریافت کیا۔

"ہوں... تقریباً تیار ہے..." اس نے سر ہلایا، تبھی فاطمہ بولی۔

"عفاف آؤ نا... کتنی دلچسپ گفتگو ہو رہی ہے عزیز حسن آفندی سے۔"

وہ سر اٹھا کر یکدم ہی عزیر حسن آفندی کی جانب دیکھنے لگی۔

تبھی بوا بولیں۔

"لو یہ تو ایک بہت پرانی کہاوت ہے۔ عورت ایک پہیلی ہے، جسے نہ کوئی سمجھ سکا ہے، نہ سمجھ سکے گا۔"

"ارے بوا تو آپ بھی اس سے ایگری کرتی ہیں۔"

''فاطمہ مسکرائی۔ ''یس عزیر صاحب یہ ووٹ بھی آپ کے حق میں گیا۔

یہ بات تو حقیقت پر مبنی ہے۔ ''بوا بولیں۔''

''پھر بھی اس سے کوئی حقیقت تو منسوب ہوگی؟''

فاطمہ کو یکدم تجسس ہوا۔

بوا کھانا'' خیر اتنا تو مجھے علم نہیں' مگر ایسا ہے ضرور... ''بوا بولیں تبھی اسے مداخلت کرنا پڑی۔''

''لگادوں۔

ہوں!''اور وہ مڑ کر کچن کی جانب بڑھ گئی تھی۔''

پھر کھانے کے بعد چائے کا دور چلا۔ فاطمہ حسبِ معمول ہنستی رہی' ہنساتی رہی' اور اسے دیکھتے ہوئے عفاف سوچتی رہی کہ یہ لڑکی زندگی جینے کے فن سے کس قدر واقف ہے۔ عفاف نے اس لمحے واک کا مشورہ دیا تو وہ مسکرادی۔

''بہت خوب... مگر واک نہیں لانگ ڈرائیو... کیوں عزیر صاحب؟''

اور اس لمحے وہ یکدم ہی اس کی جانب دیکھنے لگا تھا' اور اس لمحے وہ نگاہ پھیر کر دوسری جانب دیکھنے لگی تھی۔ تبھی وہ بولا۔

''عفاف سے معلوم کرلیجئے۔''

ارے یہ انکار نہیں کر سکتیں۔ ''کیوں عفاف فریدون خان؟ فاطمہ نے اس لمحے اس کی جانب دیکھتے ہوئے'' کہا تھا۔ وہ فقط دیکھ کر رہ گئی تھیں' اور پھر مجبوراً وہ ان لوگوں کے ساتھ نہ صرف لانگ ڈرائیو پر گئی تھی' بلکہ واپسی پر آئسکریم بھی کھائی' اور اس لمحے وہ جب فاطمہ کو اس شخص کے ساتھ مسلسل ہنستے' مسکراتے

اور باتیں کرتے ہوئے دیکھ رہی تھی' تو اس شخص کی نگاہیں جانے کیوں اسے خود پر ہمہ وقت ٹکی اور کچھ کہتی لگیں' اور تب وہ ہر بار نظر انداز کرتی چلی گئی تھی۔

پھر جب وہ رات سونے کے لئے کمرے میں آئی' تو فاطمہ اس کی جانب مسکراتے ہوئے دیکھنے لگی تھی۔

"یہ عزیر حسن آفندی تو خاصا دلچسپ بندہ ہے۔"

ہوں..."اس نے فقط سر ہلانے پر اکتفا کیا تھا۔"

"لگتا ہے تمہیں اس کی آمد پسند نہیں آئی۔"

فاطمہ نے مسکراتے ہوئے کہا۔

یہ میرا دردسر نہیں۔"اس نے شانے اچکائے۔"

اتنے عرصے دیار غیر میں بسنے کے باوجود اس کی سوچ بہت حد تک فطری اور ٹریڈیشنل ہے' کہہ رہا تھا" گوری میموں سے اس لئے نہ بن سکی کہ کسی بہت معصوم اور فطری حسن کی تلاش تھی۔"فاطمہ بتا کر ہنسنے لگی۔ پھر اس پر نگاہ پڑی تو چونک گئی۔

"ویسے تم بھی خاصی معصوم اور مشرقی حسن کی مالک ہو۔"

فاطمہ...؟"عفاف نے گھورا۔"

"اوکے... مگر پھر بھی سوچنے میں کیا حرج ہے... بندہ برا نہیں۔"

فاطمہ میں نے تمہیں یہاں اپنے لئے بلایا ہے۔"اسے جانے کیوں اس شخص کے ذکر سے وحشت ہونے لگی۔"

ہاں تو میں ہوں نا تمہارے ساتھ' تمہارے پاس۔"فاطمہ مسکرائی۔"

مگر مسلسل اس شخص کی قصیدہ خوانی کرتی ہوئی۔"عفاف کو برا سامنہ بناتے دیکھ کر وہ ہنس پڑی۔ "

تو اس میں جلنے والی کیا بات ہے۔ وہ ہے ہی اس قابل۔ ویسے مجھے نہیں علم تھا کہ تم جیلسی بھی فیل کر "

"سکتی ہو۔

فاطمہ! میں کسی سے جیلسی فیل نہیں کر رہی 'اور اگر تم نے مزید کوئی بات اس شخص سے متعلق کہی' تو "

میں تمہیں اٹھا کر باہر رکھ آؤں گی۔"وہ تپے ہوئے لہجے میں بولی تھی' اور فاطمہ حسبِ عادت کھکھلا کر ہنسنے لگی تھی۔

اوکے... آؤ اچھی اچھی باتیں کرتے ہیں۔"

اس نے چھیڑتے ہوئے کہا۔

"تمہاری آج کی ساری اچھی باتیں ان محترم عزیر حسن آفندی سے شروع ہو کر انہیں پر ختم ہو رہی ہیں۔ "

اوں... ہوں... ہم اچھی باتیں کرتے ہیں۔" فاطمہ مسکرائی۔"یہ بتاؤ زندگی کے لئے تمہارے کیا پلانز "

"ہیں۔ آئی مین اپنے مستقبل سے متعلق۔

فاطمہ۔"اس نے تکیہ کھینچ مارا تھا۔ اور وہ کھکھلا کر ہنسنے لگی تھی۔ "

<<<

پھر صبح جب وہ دونوں سو کر اٹھیں' تو بوا نے سب سے پہلی اطلاع یہی دی کہ محترم عزیر حسن آفندی صبح کی "

فلائٹ سے واپس جا چکے ہیں' اور اگرچہ اس میں کہیں بھی قصور عفاف کا نہ تھا' مگر اس لمحے یکدم ہی فاطمہ اس کی جانب دیکھنے لگی تھی۔

اسے میں نے قطعی واپس جانے کے لئے نہیں کہا تھا۔" اس نے سلائس پر بٹر لگاتے ہوئے کہا۔ "مگر"

"میں تمہارا انداز سمجھ گئی تھی۔

ہوں... واقعی..." فاطمہ بولی تھی' اور تبھی وہ اکتائے ہوئے انداز میں بولی تھی۔"

"اس کے بارے میں اب کوئی بات نہیں۔"

یہ تمہیں اس سے بیر کیوں ہو چلا ہے؟" فاطمہ نے چائے کا سپ لیتے ہوئے مسکرا کر دریافت کیا تھا۔"

اور اس نے کوئی جواب دیئے بغیر... ڈان کے مین پیپر پر اپنی نگاہیں مرکوز کر دی تھیں۔"

بوا فاطمہ کے لئے ہاف فرائی انڈا لائی تھیں' اور تبھی وہ ان سے پوچھنے لگی تھی۔ "عزیر صاحب اتنی جلدی چلے

"گئے۔

مرضی کا مالک ہے بیٹا... یونہی خود ہی چلا آیا تھا۔ شاید کوئی کام تھا' اور نمٹ گیا تھا۔ اس نے واپسی کے"

لئے قدم اٹھالئے' نہ آیا بطور خاص ملنے تھا' نہ ہی رہا بطور خاص! شاید بوا بھی اس کی اتنی جلد واپسی پر

خائف تھیں۔ تبھی بولی تھیں اور وہ اس لمحے فاطمہ کو دیکھنے لگی تھیں۔ چند لمحوں کی ہی رفاقت میں جانے کیسا

جادو پھونک دیا تھا اس شخص نے۔

"فاطمہ! تمہاری چائے ٹھنڈی ہو رہی ہے۔"

اس نے احساس دلایا' تو وہ مسکرا کر دیکھنے لگی' تبھی بوا شاید اپنے کمرے میں چلی گئیں تو فاطمہ بولی۔

عفاف تمہیں نہیں لگتا... زندگی بہت بے ربط سی جا رہی ہے۔ اس میں کسی تبدیلی کی اشد ضرورت"

"ہے۔

عفاف نے چائے کے سپ لیتے ہوئے اس کی جانب دیکھا' پھر نفی میں سر ہلا دیا۔

"پتہ نہیں... زندگی مجھے سدا ہی ایک گمبھیر سرگوشی لگی ہے' جسے نہ کبھی میں سمجھ پائی' اور نہ ہی ڈھنگ سے سن پائی..."

"تم سمجھ اس لئے نہیں پائی کہ تم نے کبھی ڈھنگ سے اسے سنا ہی نہیں!" فاطمہ نے باور کرایا۔

"ہوں... شاید میری سماعتیں معذور ہیں۔" وہ ہنس دی۔

"میں مذاق نہیں کر رہی۔" فاطمہ کو اس کے انداز سے وحشت ہونے لگی۔

"میں بھی مذاق نہیں کر رہی فاطمہ سیریس ہوں۔ صدفی صد... میں واقعی کسی آواز کو سن نہیں سکتی۔ ہر آواز بہت دور سے آتی ہوئی محسوس ہوتی ہے' اور میں اس لمحے بہت توجہ لگا کر سننے کی کوشش کرتی ہوں۔ اپنی آخری حد تک... انتھک محنت صرف کرتی ہوں' مگر مجھے کچھ نہیں سنائی نہیں دیتا' اور تب میں تھک کر اپنے کانوں پر ہاتھ رکھ لیتی ہوں' کیونکہ میں ان مسلسل آتی ہوئی آوازوں سے اس حد تک ڈسٹرب ہونے لگتی ہوں کہ میری رگیں تن جاتی ہیں' اور اس لمحے مجھے بہتر یہی لگتا ہے کہ میں اپنے کان بند کر لوں اور خود کو ریلکس کروں۔"

"مگر یہ تو فرار ہوا... زندگی جب کوئی سرگوشی کرتی ہے' تو اسے بغور سننا چاہئے' ہو سکتا ہے تم نے کبھی اپنی بھرپور قوت ارادی ہی استعمال نہ کی ہو۔"

فاطمہ بولی' تو وہ نفی میں سر ہلاتے ہوئے ہنس دی۔

"تم میرے لئے پریشان مت ہو' میں بہت خوش ہوں۔"

"اس گونگی بہری زندگی کے ساتھ... جس میں چاہتے ہوئے بھی تم بول نہیں سکتی' اور چاہتے ہوئے بھی سن نہیں سکتیں۔"

ہاں۔ "عفاف کا اطمینان قابل دید تھا' اور اس لمحے فاطمہ کا دل چاہا تھا کہ اس دھان پان سی لڑکی کو پکڑے"
اور گھماتی ہوئی بہت دور اچھال دے۔

عفاف فریدون خان۔ "بہت ضبط کرتی ہوئی وہ اسی قدر کہہ سکی تھی۔"

تم مجھے گھما کر بہت دور پھینک دینا چاہتی ہونا اس وقت۔ "وہ جیسے اس کی تمام تر سوچوں کو پڑھتی ہوئی"
محظوظ ہوتے ہوئے بولی تھی' اور فاطمہ گھورنے لگی تھی۔ بنا حیرت کا اظہار کئے کہ اس نے اس کی سوچ کو
کس طرح پڑھا۔

عفاف! تم نے اب مجھے مزید تنگ کیا تو میں تمہیں واقعی گھما کر بہت دور اچھال دوں گی۔

"اور اس کے باوجود اگر مجھے کچھ نہ ہوا تو۔"

تو پھر میں خود اپنے ہاتھوں سے تمہارا گلا دبا دوں گی۔ "فاطمہ نے کہا' تو وہ اسی اطمینان کے ساتھ مسکراتی"
رہی۔

"تم بدل کیوں نہیں جاتیں عفاف... زندگی ایک ہی نکتے پر رک جانے کا نام تو نہیں۔"

ہاں میں بھی یہی سوچتی ہوں۔ زندگی تو ایک تسلسل کا نام ہے' اور دیکھو میں جی بھی رہی ہوں' مگر ہر"
کوشش کے باوجود' لگتا ہے جیسے زندگی تھم کر رہ گئی ہو' جیسے ایک ہی نکتے پر جم گئی ہو' اور جیسے
سارے ارد گرد کے منظر برف ہو گئے ہوں۔ میں کوشش کرتی ہوں سانس لینے کی' مگر دھڑکنیں جیسے
"... برف ہونے لگتی ہیں اور

"عفاف! تم اپنے ساتھ مجھے بھی پاگل کر دو گی۔"

فاطمہ کو جیسے وحشت سی ہونے لگی' مگر وہ ہنسنے لگی۔

"تمہیں مجھ سے خوف آرہا ہے۔"

نہیں... میں تمہیں ڈرانے کی استطاعت رکھتی ہوں' عفاف مگر پلیز انسانوں کی طرح جینا شروع کر"

"دو... پلیز۔

"مثلاً کیا کروں... کیسے پگھلے گی میرے ارد گرد کی یہ برف؟"

کسی کی قربت تلاش کرو... کسی اچھے ہمسفر کا ساتھ' سنا ہے محبت بڑے بڑے گلیشیر پگھلانے کا حوصلہ"

رکھتی ہے۔" فاطمہ شرارت سے مسکرائی' تو وہ گھور کر رہ گئی۔

"میں تمہاری خباثت سمجھ چکی ہوں' مزید کچھ مت بولنا۔"

"حرج کیا ہے... سوچو تو سہی۔"

"فاطمہ! میں پاگل نہیں ہوں تمہاری طرح۔"

اس نے ٹشو سے ہاتھ صاف کرتے ہوئے کہا۔

مجھ جیسی عقل مند کہو۔" اس نے جتایا۔"

تمہارے ہاں عقل سے پیدل چلنے والوں کو عقل مند کہا جاتا ہے۔" اس نے بات مذاق میں اڑانا چاہی۔"

میں نہیں جانتی' مگر ہم ایک اہم موضوع پر بحث کر رہے ہیں۔" فاطمہ نے یاد دلایا۔"

"تمہیں نہیں لگتا کہ یہ وقت کا زیاں ہے۔"

تمہیں تو ہر بات وقت کا زیاں لگتی ہے۔" فاطمہ چڑ کر بولی۔"

"زندگی کو میں نے اس کے حال پر چھوڑ دیا ہے۔ جو ہونا ہو گا ہو جائے گا۔"

"تمہیں نہیں لگتا کہ یہ وقت کا زیاں ہے۔"

تمہیں تو ہر بات وقت کا زیاں لگتی ہے۔" فاطمہ چڑ کر بولی۔"

"زندگی کو میں نے اس کے حال پر چھوڑ دیا ہے۔ جو ہونا ہو گا ہو جائے گا۔"

"مگر عفاف اس طرح زندگی بوجھ ہو جاتی ہے۔"

بوجھ ہی تو ڈھو رہی ہوں۔" وہ ہولے سے مسکرائی پھر بولی۔" گھر فون کر کے بتا دو تم آج رات بھی یہیں رہو گی۔ "کل ہم شاپنگ کے لئے جائیں گے۔ عفاف نے کل کا پروگرام مرتب کرتے ہوئے اچانک اسے آگاہ کیا۔

"کیا مطلب تم کل آفس نہیں جاؤ گی۔"

اوں... ہوں... کل ہم چھٹی منائیں گے..." وہ مسکرائی۔"

"اور فہد شیخ کا کیا ہو گا؟ اسے کون سمجھائے گا۔"

تم بے فکر رہو... ملنے کی چاہت ہو گی' تو کچی ڈور سے بندھے سرکار چلے آئیں گے۔"

دوسرے دن انہوں نے پروگرام کے مطابق بہت سی شاپنگ کی' میکڈونلڈز میں ساتھ لنچ کیا' اور پھر جب وہ دونوں گھر لوٹیں تو فہد شیخ کچی ڈور سے بندھا آ چکا تھا۔

ارے تم تو واقعی..." اسے سامنے بیٹھا دیکھ کر عفاف قدرے حیرت سے ہنس پڑی تھی۔"

کیا مطلب...؟" وہ جیسے کچھ نہ سمجھتے ہوئے مسکراتے ہوئے پوچھنے لگا تھا' اور وہ کھلکھلا کر ہنسنے لگی تھی۔"

تھکا دیا اس لڑکی نے آج تو..." فاطمہ بہت سے پیکٹ وہیں صوفے پر ڈالتے ہوئے فہد کے پاس بیٹھ گئی"
تھی۔
یہ سال بھر کی شاپنگ تم نے ایک ساتھ کر ڈالی ہے۔" فہد ان پیکٹس کی جانب دیکھتا ہوا حیرت سے بولا' تو"
وہ دونوں مسکرا دیں۔
ہاں یہی سمجھو۔" فاطمہ نے سینڈل سے پاؤں آزاد کئے۔"
پتہ ہے کتنی دیر سے انتظار کر رہا ہوں۔ ایک تو تم تمام خواتین کو جانے اتنے عجیب و غریب قسم کے شوق"
کیوں ہیں۔" فہد نے انہیں چڑاتے ہوئے کہا۔
مثلاً خود کو اچھا بنانے کے لئے پریشان... شاپنگ کے لئے کریز کبھی ختم نہیں ہوتا' ان کا بلکہ ایک تازہ"
ترین ریسرچ سے پتہ چلا ہے کہ شدید ترین تھکن کے باوجود بھی خواتین کہاں جانے کیلئے ہمیشہ تیار ملیں
"گی' تو جواب تھا پارلر اینڈ مارکیٹ اور شاپنگ سینٹر۔
فہد...! فار گاڈ سیک... دن کی روشنی میں تو کم از کم اتنے جھوٹ مت بولا کرو۔" فاطمہ جیسے قطعی متاثر نہ"
ہوئی۔
"فاطمہ مائنڈ اٹ... جھوٹ بولنے کے لئے اندھیرے کا ہونا کوئی ضروری نہیں۔"
تم نے کچھ کھایا پیا بھی ہے یا۔" عفاف نے بحث ختم کرنے کے خیال سے پوچھا۔"
"وہ بوا صاحبہ خاصی نیک اور رحمدل خاتون ہیں۔"
وہ جواباً مسکراتے ہوئے بولا۔ فاطمہ نے اسے ٹوکا۔
تمہیں میری یاد کیسے آ گئی؟" فاطمہ کو حیرت ابھی تک تھی۔"

یاد واد نہیں آئی... وہ تو میں یہاں سے گزر رہا تھا' تو یاد آ گیا کہ عفاف سے ملتا چلوں۔ مجھے کیا پتہ تھا' تم"
بھی یہیں ہو۔ "فاطمہ جیسے تپ گئی' مگر وہ ہنسنے لگا۔
عفاف تبھی اٹھ کر کچن کی سمت روانہ ہو گئی' کہ ان موصوف کی کچھ خاطر مدارت بھی کرنا تھی۔"
پھر جب فاطمہ شام میں واپس لوٹ گئی' تو جیسے یکدم ہی اسے اپنے ارد گرد خاموشی کا بہت گہرا احساس
ہوا' کل پرسوں سے جیسے ہر طرف گہما گہمی تھی اور وہ خود باور کرانے کے لئے خود کو بار بار احساس دلا رہی
"تھی کہ "گھر والوں کو گھروں کو لوٹنا ہی تھا' اور وہ خود۔
مگر کچھ مسافر راہوں میں بھٹکتے بھی تو رہتے ہیں۔"
"بے نشان راستوں پر۔'
وہ سیڑھیوں پر یونہی گم صم سی بیٹھی ہوئی تھی۔
جب فون کی تسلسل سے ہوتی بیل نے اسے جھنجوڑ دیا' وہ بادل نخواستہ اٹھی' اور فون اسٹینڈ تک آئی۔
ہیلو... میں عزیر حسن آفندی۔"اس کے کچھ نہ بولنے پر دوسری جانب جانے کیا سمجھا گیا' کہ جواب میں"
اپنا تعارف پیش کر دیا گیا۔
"ہیلو... جی ہولڈ کیجئے... میں بوا کو بلاتی ہوں۔"
وہ ابھی ریسیور رکھنے ہی والی تھی' جب دوسری جانب سے دریافت کیا گیا۔
"آپ عفاف ہیں؟"
"... ہوں"
"کیسی ہیں آپ؟"

"بالکل ٹھیک۔" وہ جواب دے کر لمحہ بھر رکی' پھر شاید اخلاقاً پوچھنے لگی۔ "اور آپ...؟"
"میں...؟" وہ جانے کیوں ہنس دیا۔ حالانکہ عفاف کا سوال بہت واضح تھا۔
"آپ کیسے ہیں؟" عفاف نے دوبارہ ایک رسمی سوال مکمل طور پر دہرایا۔
"ٹھیک ہوں۔"
"ہولڈ آن۔ میں بوا کو بلاتی ہوں..." اس سے قبل کہ عزیز حسن آفندی کچھ اور دریافت کرتا' یا جواب میں کچھ کہتا... وہ فوراً ہی ریسیور رکھ کر بوا کے کمرے کی جانب بڑھ گئی تھی' پھر ان کو فون کے متعلق بتا کر وہ اپنے کمرے میں آگئی تھی۔ لمحہ بھر کو اپنے سر درویے پر کچھ عجیب سا احساس ہوا پھر وہ سر جھٹک کر سونے کی کوشش کرنے لگی۔ نیند اس کی آنکھوں سے کوسوں دور تھی۔ اسے ایسے لگا جیسے دو نظریں اس کے تعاقب میں لگی رہتی ہیں۔
ہو سکتا تھا یہ فقط اس کا وہم ہو' مگر اس گھڑی وہ جانے کیوں رخ پلٹ کر سرپٹ دوڑنا شروع کر دیتی تھی' اور بھاگتی چلی جاتی تھی' اور آخر کار تھک کر گر جاتی تھی۔
...وہ جانے کیوں ہارنے سی لگی تھی
اس شخص کی سوچ جیسے پل پل اس کا تعاقب کرنے لگی تھی۔
وہ خود حیران تھی۔
وہ سر جھٹکنے لگتی تھی' مگر ہر کوشش جیسے بیکار ہو جاتی تھی۔ اس کے وجود کی برف جیسے لمحہ لمحہ پگھلنے لگی تھی۔ اسے یکدم ٹینشن کا احساس ہونے لگا تھا۔
کیسے اور کیونکر ہوا تھا' وہ خود حیران تھی۔

اور اس دن بھی جب وہ ایسی ہی بہت سی سوچوں کو جھٹکتی ہوئی سر نفی میں ہلا رہی تھی، جب وہ اس کے سامنے آن کھڑا ہوا۔

اور تب وہ بے حد چونک کر سر اٹھا کر اسے تکنے لگی تھی۔

میرا خیال ہے تم کوئی عمل کر رہی ہو... میں مخل تو نہیں ہوا؟" اسے چھیڑنے کی غرض سے یقیناوہ" مسکراتے ہوئے بولا تھا۔ مگر وہ جواب میں کچھ نہیں بولی تھی۔ ہولے سے اٹھی تھی، اور وہاں سے نکل جانا چاہا تھا، مگر اس نے تبھی اس کا ہاتھ جانے کیسے تھام لیا تھا۔ وہ پلٹ کر حیرت سے تکنے لگی تھی۔ تبھی وہ کچھ دیر تک خاموش نظروں سے اسے دیکھتا رہا تھا، پھر مسکرا دیا تھا۔ اس کی پلکیں جانے کیوں جھکتی چلی گئی تھیں۔

تم کیا سمجھتی ہو کہ یہاں سے جانے کے بعد تم تمام طرح کے احساسات اور سوچوں سے چھٹکارا پالو گی؟" وہ" محظوظ ہوتے ہوئے پر یقین لہجے میں بولا تھا، اور وہ تب کوئی جواب نہ دے سکی تھی۔

اور اس سرد سی شام میں اس نے عفاف کا ہاتھ دھیرے سے تھام لیا تھا۔

آؤ واک کریں۔" اور اس وقت وہ جیسے ایک معمول کے تحت چل پڑی تھی، کتنی ہی دیر تک وہ یونہی" خاموشی سے چلتے گئے اور آخر کار وہ اس کی جانب دیکھتے ہوئے مسکرا دیا تھا۔

آپ واقعی خاموش ہیں، یا میں ہی آپ کو سن نہیں پا رہا...؟" اور اس سوال پر جانے کیوں مسکرا دی" تھی۔

میں مکمل طور پر چپ ہوں۔" دوسرے ہی پل وہ لب بھینچ گئی تھی۔ "

اچھا... مگر جانے کیوں مجھے لگا' جیسے آپ بول رہی ہیں کچھ... "وہ شاید اپنے اور اس کے درمیان حائل"
خاموشی کے اس تسلسل کو توڑنے کی کوشش کرتے ہوئے بولا تھا' مگر وہ کچھ اور کہے بغیر دوسری
سمت دیکھنے لگی تھی۔
شام خوبصورت ہے نا...؟"وہ جیسے اسے بولنے پر اکسا رہا تھا۔"
"ہوں۔"
"ہم دونوں ساتھ ساتھ ہیں شاید اس لئے۔"
ہوں۔"وہ روانی میں کہہ گئی' پھر حیرت سے سر اٹھا کر اسے دیکھنے لگی۔ وہ جانے کیوں اس لمحے"
مسکرا دیا۔ وہ اس کی جانب تب جانے کیوں دیکھ نہ سکی اور سر جھکا گئی' اور یونہی چلتے ہوئے اپنے قدموں
کو دیکھنے لگی۔
"میرا خیال ہے ہم بہت آگے نکل آئے ہیں' ہمیں واپس چلنا چاہئے' شام بھی گہری ہو رہی ہے۔"
اس نے عزیز حسن آفندی کو مطلع کیا۔
تمہارا کیا خیال ہے... راستوں پر اتنے آگے جا کر واپس پلٹا جا سکتا ہے کیا؟"وہ مسکراتا ہوا بول گیا۔ وہ"
اسے دیکھ کر رہ گئی۔
پتہ نہیں' مگر سنا ہے واپسی کے سفر بڑے جان لیوا ہوتے ہیں۔ سبھی مرحلے سخت جان کسل' پُر درد اور"
رگوں میں خون منجمد کر دینے والے دشوار۔"وہ بہت دھیمے لہجے میں بولی۔
"پلٹنا پڑتا ہے' کبھی دانستہ' اور کبھی نادانستہ' کبھی چاہتے ہوئے اور کبھی نہ چاہتے ہوئے۔"
"منزل سامنے دو قدم پر نظر آ رہی ہو تب بھی؟"

عزیر حسن آفندی کا لہجہ جیسے باز گشت بن گیا۔

وہ کتنی ہی دیر خاموش رہ کر اس باز گشت کو سنتی رہی' پھر جیسے تمام خوش گمانیوں کو ایک طرف رکھتے ہوئے سر جھٹک دیا۔

پتہ نہیں' کیا پتہ سب سراب ہو... نظر کا دھوکہ' کوئی خواب... کوئی حسین دلکش... مدہوش کر" "دینے والا ایسا احساس جو درحقیقت سچ پر مبنی ہی نہ ہو... آنکھ کھلے تو لگے۔ سب منظر فقط فریب تھے۔

وہ کھوئے کھوئے انداز میں بولی' مگر اسی لمحے اس نے اس کے نازک ہاتھ کو اپنی مضبوط گرفت میں" لے لیا۔

اور یہ بھی تو ہو سکتا ہے نا سارے خواب کے منظر سچے بھی ہو جائیں' جسے دھوکہ یا فریب سمجھا جا رہا ہے' " وہ درحقیقت خواب یا سراب نہ ہو... حقیقت کا ہی ایک حصہ ہوں' ایک اٹل وجود رکھنے والی حقیقت۔ "فقط دیکھنے والے کے محسوسات اسے سراب اور خواب سمجھ رہے ہوں' اور جب آگے بڑھ کر "چھونے کا موقع ملے تو وہ خواب اسے حقیقت کا روپ ملے۔

وہ باور کراتے ہوئے گویا ہوا' مگر اسی لمحے اس نے نفی میں سر ہلا دیا۔

پتہ نہیں... "اور پھر پلٹ کر اس نے واپسی کے لئے قدم اٹھانا شروع کر دیئے۔ "

>>>

ہونا ہو محترمہ عفاف فریدون خان وہ بندہ دل و جان سے تم پر فریفتہ ہو چکا ہے۔" فاطمہ نے پاپ کارن"

کھاتے ہوئے مسکرا کر اسے دیکھا' تو وہ بہت حیرت سے اسے دیکھنے لگی۔ دل جانے کیوں یکدم ہی زور زور سے دھڑکنے لگا۔

"تمہاری احمقانہ سوچ ہے مس فاطمہ۔ ضروری نہیں کہ ہر بات کا مقصد ان عام قسم کے دو تین حرفوں سے بندھے لفظوں پر ہی منحصر ہو۔ زندگی کا مفہوم اس سے بہت الگ اور ہٹ کر بھی ہے۔"

"ہاں... "فاطمہ یکدم ہنسنے لگی۔"

"واقعی ضروری تو نہیں وہ دو تین لفظوں پر مشتمل عام سا جذبہ محبت عشق' پیار' لوّ ہی ہو... وہ اس سے بڑھ کر عقیدت بھی تو ہو سکتی ہے۔ "اور تب عفاف دیکھ کر رہ گئی تھی' تبھی وہ بولی تھی۔

"بھاگتے بھاگتے تھک کر گر جاؤ' یا رک جاؤ تو پلٹ کر دیکھنا تمہارے پیچھے کتنی بڑی سچائی بھاگ رہی تھی۔ "فاطمہ کا لہجہ بہت مضبوط تھا۔

اور عفاف اس وقت واقعی جیسے کچھ کہنے کے قابل نہ رہی تھی۔ فاطمہ اس کی اڑی اڑی رنگت کو دیکھتے ہوئے جانے کیوں ہنسنے لگی تھی۔

"یہ تمہارے چہرے کی رنگت کیوں متغیر ہو رہی ہے۔ میں نے آپ سے فقط تذکرہ کیا ہے۔"

اور اس لمحے اس نے فاطمہ کو مکمل خطرناک تیوروں کے ساتھ گھورنے پر ہی اکتفا کیا تھا۔

"ایک بات پوچھوں۔ "فاطمہ مسکراتے ہوئے قدرے سنجیدہ ہو کر اس کا چہرہ دیکھنے لگی تھی۔"

"اتنی خوفزدہ کیوں ہو؟"

"مجھے کسی قسم کا کوئی ڈر نہیں ہے' میں واقعات کو دہرانا نہیں چاہتی۔"

ضروری تو نہیں عفاف سب کچھ ویسا ہی ہو' جیسا تم نے سوچا ہے۔ بہت کچھ اس سے ہٹ کر بھی ہو سکتا" ہے۔" فاطمہ جیسے اس کی سوچ بدلنے پر مصر تھی۔

"ہاں... مگر میں کسی بات پر یقین کرنا نہیں چاہتی۔"

وہ بولی تو فاطمہ سر ہلانے لگی۔

ویسے تنہائی میں کبھی تجزیہ کرنا' وہ شخص کچھ خاص برا بھی نہیں ہے' اور ہو سکتا ہے وہ واقعی گرفتار محبت" ہو چکا ہو... تم اپنے خوبصورت بال بھی تو اکثر کھلے ہی رکھتی ہو' کیا پتہ محترم کا گستاخ قسم کا دل کہیں

اُڑوُڑ

"کراہی میں اٹک گیا' ہو اور تمہیں خبر ہی نہ ہوئی ہو۔

"فاطمہ! زندگی کوئی لطیفہ نہیں ہے۔"

ہاں واقعی میں تم سے اتفاق کروں گی' کیونکہ میں نے بہت عرصہ قبل ایک لطیفہ پڑھا تھا' جس میں یہ" انکشاف موجود تھا کہ "لطیفہ" "لطیف" کی بیوی کو کہتے ہیں۔" فاطمہ اتنے مضحکہ خیز انداز میں بولی کہ وہ یکدم ہی کھلکھلا کر ہنسنے لگی۔

آئی سی... تو واقعی وہ لطیفہ درست تھا؟" وہ اس کی حس مزاح پر اس قدر کہہ سکی تھی' مگر فاطمہ" مسکرانے لگی تھی۔

***

وہ سات آٹھ برس کی تھی' جب پاپا کا انتقال ہو گیا' شاید ماما نے اس کی ذات کی کسی کمی کو پورا کرنے اور اسے احساس کمتری سے بچانے کے لئے' اور ایک سایہ مہیا کرنے کو پاپا کے ایک دوست سے دوسری

شادی کرلی۔ عبداللہ انکل اس سے بہت پیار کرتے تھے۔ وہ اس وقت بڑی نہ تھی، بہت سمجھدار نہ تھی، مگر جانے کیوں اسے عبداللہ انکل کا رویہ بہت سطحی سا لگتا، جیسے فقط وہ پوز کر رہے ہوں، بہر حال جیسے جیسے وہ بڑی ہوتی گئی، وہ اس حقیقت کو بہت حد تک قبول کرتی گئی۔ اس نے عبداللہ انکل کے وجود کو تسلیم کر لیا تھا۔ ایک سوتیلے باپ کے روپ میں، مگر ان کے لئے اس کے دل میں کوئی بھی جذبہ نہ تھا،

"اس نے بارہا خود کو ٹٹولا تھا، مگر نہ محبت نہ نفرت۔

اسے خود سے کبھی بھی کسی طرح کا کوئی جواب نہ ملا تھا۔

سچ تو یہ تھا کہ وہ ابھی تک پاپا کو بھول ہی نہیں پائی تھی، اور شاید ایسا ہی کچھ ماما کے ساتھ بھی تھا، بظاہر دنیاوی زندگی کے لئے اور سوشل لائف گزارنے کے لئے انہوں نے ایک رشتہ باندھ تو لیا تھا، مگر شاید ان کے دل میں بھی فریدون خان کی محبت اب تک اپنی جڑیں مضبوطی کے ساتھ گاڑے ہوئے تھی۔ تبھی تو ان کی جدائی میں وہ کینسر جیسے خطرناک مرض کا شکار ہو گئی تھیں۔ عفاف کو ماما سے بہت محبت تھی، وہ پاپا کے بعد ان کو کھونا قطعی نہیں چاہتی تھی، مگر خدا کو جو منظور ہوتا ہے، اس سے قطعی طور پر بھی انسان منکر نہیں ہو سکتا۔ ماما جب پاپا کی طرح اسے چھوڑ کر گئی تھیں، تو بہت دنوں تک وہ سکتے کی کیفیت سے آسکی تھی۔ عبداللہ انکل کی چونکہ ماما کے ساتھ سیکنڈ میرج تھی، لہٰذا وہ پہلے کبھی کبھار ہی یہاں باہر ہی نہ آتے تھے، مگر شاید اس کے تنہا ہونے کے خیال سے، اور ذہنی کیفیت کے پیش نظر وہ ان دنوں وہیں پر رک گئے تھے، اس کا اعتماد ان پر بحال ہو چکا تھا، وہ ان کی معترف ہونے والی تھی، ان کی اچھائی کی کہ شام میں ہی وہ اس کے سر پر شفقت سے ہاتھ رکھتے ہوئے بہت محبت سے کہہ رہے تھے۔

تم خود کو غیر محفوظ نہ سمجھو میں ہوں ناں" اور تب وہ بنا کچھ بولے ان کی جانب بھیگی بھیگی آنکھوں سے " دیکھنے لگی تھی' اور پھر ان پر اعتبار کرتی ہوئی وہ ان کے شانے پر سر رکھتے ہوئے رونے لگی تھی' اور تب اسے گمان تک نہ تھا کہ یہی اعتماد سونپنے والا ڈیسنٹ سا شخص اس کے اس اعتماد کو نہ صرف توڑے گا' بلکہ وہ اپنی سطح سے اتنا گر بھی جائے گا' کہ وہ خود اپنی نظروں میں چھوٹی ہو جائے گی۔

وہ شخص جسے اس نے ہمیشہ انکل کہا تھا' اور باپ کی جگہ رکھا تھا' اور اس کے سر پر آنچل ڈالتے ہوئے اپنا ہاتھ شفقت سے اس کے سر پر رکھنا چاہئے تھا' اسی نے اپنے ہاتھوں سے اس کا آنچل چاہا تھا' اور جب میں نے ان کے اس گھناؤنے اقدام پر شور کیا تھا' اور جو میں گھر کے بہت سے ملازمین جمع ہو گئے تھے' تو اس شخص نے اپنا امیج برقرار رکھنے کے لئے اسے نفسی مریضہ قرار دے دیا تھا۔ جو صدمے کے باعث اپنا ذہنی توازن کسی حد تک کھو چکی تھی' اور جب وہ رات کو اس کی خیریت دریافت کرنے اس کے بیڈ روم میں گئے تھے' تو عفاف نے پاگلوں کی طرح ان پر حملہ کر دیا تھا' اور اس وقت وہ ڈبڈبائی ہوئی آنکھوں سے تمام منظر دیکھتے ہوئے جیسے کچھ بولنے کے قابل ہی نہ رہی تھی۔

اس ایک لمحے میں اس کا دل چاہا تھا' زمین پھٹے اور وہ اس میں سما جائے۔ انسانیت پر سے اس کا اعتماد اٹھ گیا تھا۔ اسے اپنے آپ سے گھن آنے لگی تھی' اس نے اس کے بعد خود کو کمرے میں بند کر لیا تھا۔ اس واقعے کے بعد عبداللہ انکل چلے گئے تھے' اور پھر پلٹ کر کبھی واپس نہ آئے تھے' مگر ان دنوں وہ بہت خوفزدہ رہنے لگی تھی۔ بہت ڈرنے لگی تھی' اسے لگا تھا' جیسے واقعی وہ سائکو کیس بن رہی ہو کہ انہی دنوں فاطمہ اور آنٹی انکل آ کر اسے اپنے ساتھ لے گئے۔ کافی عرصے تک اس کی ٹریٹمنٹ ہوتی رہی' اور بہت

مشکل سے وہ عام زندگی کی طرف لوٹنے میں کامیاب ہوئی، مگر اس میں فاطمہ، فہد، آنٹی اور انکل کی کوششوں کو بہت دخل تھا' ورنہ تو وہ شاید واقعی مرجاتی۔

اگرچہ وہ ان پر بوجھ نہ تھی، مگر وہ اپنا آپ جانے کیوں ان پر مسلط تصور کررہی تھی' حالانکہ آنٹی اور انکل اسے فاطمہ سے بھی بڑھ کر چاہتے تھے' شاید وہ اپنی ذات کا کھویا ہوا اعتماد کسی حد تک بحال کرنا چاہتی تھی۔ بوا آنٹی کی جاننے والی تھیں' شوہر کی وفات کے بعد سے تنہا زندگی بسر کررہی تھیں' اگرچہ انہیں پے انگ گیسٹ کی ضرورت تو نہ تھی' مگر آنٹی نے جب ان سے بات کی' تو وہ انکار نہ کرسکیں' اپنے گھر کو وہ

کبھی کبھار دیکھنے کے لئے جاتی تھی' مگر وہاں جاکر جب وہ اپنے کمرے میں قدم رکھتی' تو جیسے اسے پھر وہی منظر یاد آجاتا۔ وہی رشتوں کی پامالی' وہ اعتماد و اعتبار کا قتل۔

اور تب جانے کیوں اسے لگتا کہ وہ اگر مزید یہاں کچھ دیر رہی' تو اس کی دماغ کی تمام شریانیں پھٹ جائیں گی' اور تب وہ وہاں سے بھاگنے میں دیر نہیں کرتی تھی۔

آج جو یقین و بے یقینی کے درمیان وہ زندہ تھی' تو اس میں بہت بڑا حصہ اس شخص کا تھا' جو اس روز کے بعد سے اسے کبھی نظر نہیں آیا تھا' اور وہ اس شخص کا چہرہ دیکھنا بھی قطعی نہیں چاہتی تھی۔ وہ اب اگرچہ نارمل ہوچکی تھی۔

نارمل انسانوں کی طرح ہنستے مسکراتے ہوئے زندگی گزار رہی تھی' مگر اب وہ انسانوں پر اعتماد کرتے ہوئے بہت ڈرتی تھی۔ رشتوں کے تقدس کو جس طرح قدموں تلے بے دردی کے ساتھ روندا گیا تھا' اس کی نظروں کے سامنے' تو آج کسی بھی طرح کے منظر کو دیکھتے ہوئے بھی قبول نہ کرتی تھی۔

وہ کوئی نیا تعلق۔

کوئی نیا رابطہ

کوئی نیا رشتہ استوار ہی نہ کرنا چاہتی تھی' جو آگے جا کر اسے ایک بار پھر ہرٹ کرے۔ اس کے اعتماد کا خون کرے۔

عزیر حسن آفندی کی آنکھوں میں بہت سچائیاں تھیں۔

بہت سے سچے جذبے تھے' جو کہ واضح نظر آتے تھے' مگر وہ جانے کیوں تمام مناظر کے بدل جانے کے خوف سے ڈرتی رہتی تھی' دل غیر ارادی طور پر اس کی آمد کا منتظر بھی رہتا۔ ذہن بلا ارادہ اس ایک شخص کو سوچتا بھی رہتا' مگر جب وہ سامنے آتا' تو وہ یکسر اجنبی بن جاتی۔

خود کو دل کو ڈانٹتی ڈپٹتی ہوئی' جیسے وہ سب حقیقتوں سے بھاگنا چاہتی ہو' مگر وہ شخص جیسے دل بن کر دھڑکنے لگتا۔ اس کا خیال' اس کی سوچ جیسے ذہن سے چپک کر رہ جاتی' اور بے بس سی ہو کر نفی میں سر ہلانے لگتی' مگر اس کا تصور جیسے ہر دیوار کو گرا دیتا۔

وہ اپنی آفس کی عمارت سے باہر نکلی تو واپسی میں عزیر حسن آفندی کو اپنے انتظار میں کھڑا دیکھ کر وہ قدرے چونک گئی' جبکہ عزیر حسن آفندی کے چہرے پر اسے دیکھ کر ایک دھیمی سی مسکراہٹ پھیل گئی۔

آپ یہاں... ؟" وہ کچھ کہے بغیر گھوم کر فرنٹ ڈور کھول کر ڈرائیونگ سیٹ پر جا بیٹھا' اور جواب میں" وہ بھی فرنٹ ڈور کھول کر اس کے ساتھ بیٹھ گئی۔

"کب آئے آپ؟"

آج صبح ہی... تمہارے آفس کے لیے نکل جانے کے بعد۔" عزیر نے بتا کر گاڑی اسٹارٹ کی۔"

"آپ کراچی ہی شفٹ کیوں نہیں ہو جاتے۔"

اس نے جانے کیوں مشورہ دے ڈالا' اور جواب میں عزیر صاحب یقیناً بہت محظوظ ہو کر مسکرانے لگے تھے۔

ہاں سوچ تو میں بھی یہی رہا ہوں' اور ایک مزے کی بات بتاؤں' وہاں والدہ محترمہ بھی میری اسی" روٹین سے تنگ ہیں۔"

یعنی ان کا کہنا بھی یہی ہے؟" وہ مسکراتی ہوئی سوالیہ نظروں کے ساتھ اس کی طرف دیکھنے لگی۔"

"ہوں۔"

"پھر تو آپ کو اس کا سدباب کر لینا چاہیے۔"

یقیناً!" وہ دھیمے سے انداز میں مسکرایا۔ تبھی عفاف اس کی صورت دیکھتے ہوئے پوچھنے لگی۔"

"کچھ تھکے ہوئے سے لگ رہے ہیں خیریت۔"

ٹھیک ہوں۔" اس نے داہنے بازو کو کھڑکی میں جماتے ہوئے دوسرے ہاتھ سے اسٹیئرنگ سنبھالا۔ وہ بہت اسموتھ اور سلو ڈرائیو کر رہا تھا۔

اینی پرابلم...؟" اسے جانے کیوں لگا کہ وہ شخص اور دونوں کی بہ نسبت پریشان ہے۔"

اوں... ہوں... ایوری تھنگ از آل رائٹ اینڈ انڈر کنٹرول' اور اس وقت جانے کیوں اس کی سمت" دیکھتی جا رہی تھی۔ عزیر نے مسکرا کر اس کی جانب دیکھا' جیسے واقعی اسے یقین دلانا چاہ رہا ہو کہ اسے کوئی

پرابلم نہیں، مگر عفاف تردد کرنا نہیں چاہتی تھی، ناہی وہ کوئی ایسا حق محفوظ رکھتی تھی، مگر یہ ضرور تھا کہ باوجود ہر جواز کے وہ اسے اگنور نہ کر سکی تھی۔ وہ خاموشی سے ڈرائیونگ کر رہا تھا۔

شاید غلطی اس کی تھی، یا پھر اس کوسٹر وین والے کی، جو اپنی طرف سے اسے اوور ٹیک کرنے کی کوشش میں تھا، غلطی کسی کی بھی رہی ہو، مگر اس لمحے وہ کوسٹر وین عزیر حسن آفندی کی گاڑی سے ٹکرائی تھی۔ وہ اس لمحے دور سے کراہ کر رہ گیا تھا، یقیناً اس کی داہنی بازو پر شدید ضرب لگی تھی، کوسٹر وین والا خوفزدہ ہو کر رکے بغیر انتہائی بے حسی کا مظاہرہ کرتا ہوا وین بھگالے گیا تھا۔ اس وقت گاڑی کو جھٹکا اتنی شدت سے لگا تھا، کہ اگر اس نے سیٹ بلٹ نہیں باندھا ہوتا، تو یقیناً اس کا سر ڈیش بورڈ سے ٹکرا چکا ہوتا۔ وہ اس تمام صورت حال پر یقیناً حیران تھی۔ عزیر حسن آفندی نے اپنی تمام تر کیفیات پر قابو پاتے ہوئے گاڑی ایک طرف روکی تھی۔ اپنے داہنی بازو کو دوسرے ہاتھ سے سپورٹ دیتے ہوئے باہر نکل کر گاڑی کی داہنی طرف کا جائزہ لیا تھا۔ دروازے پر اور سائیڈ پر اچھی خاصی ضرب آئی تھی۔ عفاف بھی دوسری جانب کا دروازہ کھول کر باہر نکل آئی تھی۔ ارد گرد کئی اور لوگ بھی ٹھہر گئے تھے۔

خیریت صاحب!" کئی لوگوں نے دریافت کیا تھا، اور عزیر نے جواب میں اثبات میں سر ہلا دیا تھا۔ "

آر یو آل رائٹ؟؟" اس کے چہرے کی متغیر کیفیت کو بھانپتے ہوئے عفاف نے دریافت کیا تھا۔ جس" انداز سے اس نے داہنے بازو کو دوسرے ہاتھ سے سپورٹ کیا ہوا تھا۔ اس سے یہی ظاہر تھا کہ بازو کی ہڈی میں فریکچر ہو چکا تھا۔ عفاف نے اسے گاڑی میں بیٹھنے کے لیے کہا تھا، اور خود ڈرائیونگ سیٹ سنبھال لی تھی۔

بہت اسموتھ ڈرائیو کرتے ہوئے اس نے اس لمحے انتہائی فکر مندی سے عزیر حسن آفندی کی جانب دیکھا

تھا' اور اس لمحے جس طرح وہ فکر مند انداز میں اس کی جانب دیکھ رہی تھی' جانے کیوں وہ جیسے تمام درد کو فراموش کر کے اس کی جانب دیکھتا ہوا بہت دھیمے انداز میں مسکرا دیا۔

"!!... ہنس کیوں رہے ہو... شکر کیجئے"

عفاف نے مشورہ دیا۔

وہ تو میں کرتا ہی رہتا ہوں۔" وہ مسکرایا۔ "بہر حال اتنا نقصان نہیں ہوا... بچ گیا ہوں' یہ خدا کا کرم ہی "

"تو ہے۔

بچ گئے ہیں... مگر خدانخواستہ اگر کچھ ہو جاتا تو؟" وہ فکر مندی سے بولی۔ "

تو...؟" وہ مسکراتا ہوا سوالیہ نظروں سے اس کی جانب دیکھنے لگا۔ جیسے پوچھ رہا ہو۔ "اگر مجھے کچھ ہو جاتا تو "

کیا تمہیں کوئی فرق پڑتا؟" وہ اگرچہ کچھ بولا نہیں تھا' مگر اس کی بولتی نظروں سے مفہوم شاید عفاف سمجھ گئی تھی' تبھی مزید کچھ کہے بغیر خاموشی کے ساتھ ونڈ اسکرین کی جانب دیکھنے لگی تھی۔

اسپتال میں ایکسرے کروانے سے پلاسٹر کروانے تک کا مرحلہ خاصا دشوار تھا۔ کم از کم عفاف کے لیے یہ بالکل نیا تجربہ تھا۔ خصوصاً جب عزیر حسن آفندی کی بون کو فکس کرنے کے لیے... ڈاکٹر زہاتھ کی انگلیوں اور بازو کو کھینچ رہے تھے' تو اس تکلیف کے اس لمحے میں عزیر حسن آفندی نے جس طرح ہونٹ بھینچ کر اس کے ہاتھ پر اپنی گرفت یکدم ہی مضبوط کر دی تھی' اور وہ اس لمحے اس کی تکلیف جیسے برداشت کرنے سے قاصر تھی' تبھی اپنا دوسرا ہاتھ اس نے عزیر حسن آفندی کے ہاتھ پر رکھ دیا تھا۔ اور جانے کب اور کیسے آنسو اس کی پلکوں سے ٹوٹ کر رخساروں پر بہہ نکلے تھے' اور شاید سامنے کھڑے ڈاکٹر نے اسے اس کیفیت میں دیکھ لیا تھا۔ تبھی بولا تھا۔

ارے آپ کے شوہر تو بہت بہادر ہیں' اور آپ رو رہی ہیں۔"
اور عفاف اس شخص کو چونک کر یکدم حیرت سے دیکھنے لگی تھی۔ تبھی عزیر حسن آفندی نے یکدم اس کی جانب نگاہ کی تھی' اس کی نظروں میں یکدم ہی چمک سی آگئی تھی۔ تکلیف کے لمحے کے باوجود وہ اس کی جانب دیکھ کر خفیف سے انداز میں مسکرا دیا تھا' اور عفاف یکدم ہی چہرے کا رخ پھیر کر پلکوں کو پونچھتی ہوئی پلٹ کر چلتی ہوئی' کچھ دور جا رکی تھی۔

ڈاکٹرز اب اسے پلاسٹر آف پیرس کی بینڈیج کر رہے تھے' وہ دور کھڑی بغور دیکھ رہی تھی۔ عزیر حسن" آفندی اب کسی حد تک ریلیکس فیل کر رہا تھا' اس کے چہرے سے وہ بات جان پائی تھی کہ کم از کم وہ پہلے جتنی تکلیف میں نہیں۔

ڈونٹ وری ہی از او کے' ناؤ یہ کچھ میڈیسن ہیں' جو ان کو دینا ہے۔"ڈاکٹر نے بینڈیج سے فارغ ہونے" کے بعد مختلف قسم کے ٹونکس اور دوائیوں کا پرچہ لکھ کر اس کی سمت بڑھایا تھا' اور ساتھ ہی شاید اس کے چہرے کے تاثرات کے باعث اس کا حوصلہ بھی بڑھایا تھا۔ ساتھ ہی دوائیں وقت پر دینے کی تلقین بھی کی تھی۔

عفاف نے گلے میں بازو ڈالے اس شخص کو دیکھتے ہوئے پرچہ تھام لیا تھا۔ پھر میڈیکل اسٹور سے میڈیسن" لینے کے بعد وہ اسے لے کر گھر کے لیے روانہ ہو گئی تھی' راستے میں وہ کچھ نہ بولی تھی۔ فرنٹ سیٹ پر بیٹھا عزیر بھی خاموش تھا۔ راستے میں پڑنے والے ایک معروف ڈیپارٹمنٹل اسٹور کے سامنے اس نے گاڑی روکی تھی۔

میں آتی ہوں۔" کہہ کر وہ اسٹور کے اندر داخل ہو گئی تھی' اور وہ وہیں سیٹ پر بیٹھا اسے دیکھتا رہ گیا تھا'"

یہ لڑکی اسے بہت عزیز تھی' مگر اس کا رویہ ہمیشہ ہی نہ سمجھ میں آنے والا لگا تھا۔ بہت مشکل... مگر آج جیسے وہ اسے لمحوں میں ہی پڑھ گیا تھا۔

جس طرح وہ اس کے لیے فکر مند تھی' اس کے لیے پریشان تھی' اس کے چہرے کے جو تاثرات تھے' وہ ایک ہی بات عیاں کر رہے تھے۔ ایک ہی اعلان کر رہے تھے۔

... محبت ہے

... محبت ہے

مگر وہ کسی خوش گمانی میں مبتلا ہونا بھی نہیں چاہ رہا تھا۔ یقیناً جو بات کرنے کے بعد کیفیت سامنے آتی' وہی در حقیقت اصل ہوتی... ہو سکتا تھا اس کا قیاس جھوٹا ہوتا۔

محبت میں اظہار کے لیے ضرورت فقط بہت سے لفظوں کی ہی نہیں ہوتی' بعض اوقات چپ رہ کر بہت سے رویوں سے یہ بات ظاہر ہو جاتی ہے کہ کوئی کسی کے لیے کس قدر حساسیت رکھتا ہے۔

جہاں تک عزیر حسن آفندی کا معاملہ تھا وہ خرد مند تھا سمجھنے سے قاصر نہ تھا' مگر ان تمام ان کہی کہانیوں کو اس کے چہرے پر پڑھنے کے باوجود اس نے عفاف فریدون خان کی نظروں سے ہویدا خوف بھی دیکھا تھا۔

اور تب وہ اسے فقط ایک ننھی منی سی بچی لگتی تھی۔

بے حد خوفزدہ' بہت حد تک سہمی ہوئی۔

اور وہ اس خوف کی وجہ جاننے سے قاصر تھا۔

بہر حال وہ اس سے محبت کرتا تھا' اور اس کی تمام پریشانیوں کو شیئر کرنا بھی چاہتا تھا' اور آج اگر وہ اس

حادثے کا شکار ہوا تھا' تو اس میں بھی دخل اسی ذات شریف کو تھا کہ ممی اس کی شادی کرنے پر بضد تھیں' اور اس سلسلے میں انہوں نے اپنے حلقہ احباب میں ایک لڑکی بھی دیکھ لی تھی' اور اس کے پاس اب قطعا کوئی بہانہ نہ تھا' وہ اپنے قدموں پر کھڑا ہو چکا تھا' جاب اچھی تھی' اور وہ ایک طرح سے سیٹ تھا' وہ ممی کو منع کرتا بھی تو کیا کہہ کر۔

مگر یہ بھی تھا کہ وہ ممی کی پسند کی ہوئی لڑکی سے قطعی شادی کرنا نہیں چاہتا تھا' اس کے دل میں عفاف فریدون خان آباد تھی' اور وہ اپنی زندگی بھی اسی کے ساتھ آباد کرنا چاہتا تھا' مگر ممی کو فی الحال وہ اس کے لیے تیار نہیں کر سکتا تھا' جب تک کہ وہ خود عفاف سے بات نہ کر لیتا۔

اسے صاف اور واضح جواب چاہیے تھا' جو کہ یقینا اسے دریافت کرنے پر ہی مل سکتا تھا' آج وہ اگر کراچی آیا تھا' تو اس کی وجہ فقط یہی تھی' اور اسے آفس میں لینے کے لیے بھی وہ اسی لیے آیا تھا کہ کسی طرح اس سے آج کے دن ہی بات کر سکے' مگر وائے قسمت ایک اور مصیبت جان کو آ گئی تھی۔ اپنے پلاسٹر لگے بازو کو وہ دیکھتے ہوئے اسی سوچ میں گم تھا' کہ اگر اس لڑکی نے جواب میں ناں کر دی' تو اس کی زندگی کیا ہو گی؟"

اور اس سے آگے اس سے سوچا ہی نہیں گیا تھا... اسے گنوانا وہ کسی طور نہیں چاہتا تھا' مگر یہ بھی تھا کہ وہ زبردستی اس سے "ہاں" بھی نہیں کروا سکتا تھا' جو بھی تھا' بہر حال آج کے رونما ہونے والے واقعے نے کم از کم اس لڑکی کو اس کے سامنے کھول دیا تھا۔ وہ جو کبھی اس کی کیفیات کو سمجھ کر کوئی نام ہی نہ دے سکا تھا' تو آج کسی حد تک کامیاب ہو گیا تھا' اور کسی حد تک ایک سکون دل کے کسی کونے میں ابھر آیا تھا۔ عفاف کب آئی' اسے خبر ہی نہ ہوئی۔

جب گاڑی کا پچھلا دروازہ کھول کر اس نے بہت سے پیکٹس ڈالے' تب وہ چونکا... یقیناوہ اس کے لیے بہت سی اقسام کے امپورٹڈ ڈبوں میں پیک جوسز اور دیگر کئی لوازمات لے کر آئی تھی' جو فوری طور پر جسم کو انرجی مہیا کرتے تھے' اور اس لمحے عزیر حسن آفندی اس کی جانب دیکھنے لگا تھا۔ اسپتال میں بھی زبردستی اس سے قبل ہی پے منٹ خود کر دی تھی' اور اب بھی... وہ جانے کتنا خرچ کر آئی تھی۔

بوا نے اسے اس طرح پلاسٹر لگا دیکھا تو دہل گئیں۔

"کیا ہو گیا میرے بچے؟"

کچھ نہیں بوا... معمولی فریکچر ہے۔ چند دنوں میں ٹھیک ہو جائیں گے' فکر کی کوئی بات نہیں۔ "اس سے" قبل کہ عزیر کچھ کہتا' وہ تیزی سے بولتی ہوئی بوا کو جیسے سمجھانے لگی۔

ہائے' تمہاری ممی کو کیا جواب دوں گی' وہ تو کہیں گی بوا کے ہاں گیا تھا۔ "بوا یہ سوچ کر ہی پریشان ہو" "چکی تھیں کہ بھاوج کے طعنوں کا سامنا کرنا پڑے گا۔

تو اس میں آپ کی کیا غلطی ہے... محترم ڈرائیونگ سیٹ پر بذات خود براجمان تھے' گواہ تو میں بھی" ہوں' آپ تو وہاں پر تھی ہی نہیں۔ "عفاف نے پل بھر میں دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی کیا۔ عزیر کے لبوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ کس قدر بہادری کے ساتھ وہ گویا تھی' انداز بہت مختلف قسم کا تھا۔ سفید کاٹن کے جدید تراش خراش کے سوٹ میں لمبے سے دوپٹے سمیت وہ سارے دن کی تھکن کے باوجود بھی خاصی دلفریب لگ رہی تھی' دل تک میں اس کا عکس اتر رہا تھا۔ اس طرح کے رویئے میں جانے کیوں وہ اسے ہمیشہ سے زیادہ پیاری لگی تھی۔

آپ بیڈ روم میں جائیے اور دو چار روز کے لیے تو مکمل طور پر ہر طرح کی روٹین لائف کو بھول"

جائیے۔" کیسا استحقاق بول رہا تھا' اس کے لہجے میں۔
میں آپ کے لیے دلیہ وغیرہ بنا کر لاتی ہوں..." وہ اسے بیڈروم میں چھوڑ کر کچن میں جانے کے لیے"
مڑی' پھر رک گئی' "لیکن آپ کھائیں گے کیسے...؟" اس کے داہنے بازو کے پیش نظر وہ بولی۔ وہ اس
لمحے ہنس دیا۔ دل چاہا فوراً کہہ دے۔ "تم ہو نا۔" مگر بوا کا خیال کر کے چپ رہ گیا مگر دلیہ کھانا اسے قطعی
قبول نہ تھا' تبھی بولا۔
عفاف... فریکچر کی صورت میں کھانے میں کسی قسم کی پابندی نہیں ہوتی..." اس نے یقیناً اس کی"
معلومات میں اضافہ کرنا چاہا تھا۔ تبھی وہ کچھ لمحوں تک اس کی جانب دیکھنے کے بعد کمرے سے باہر نکل گئی
تھی۔
بوا کے ساتھ باتیں کرتا ہوا' وہ گھر کا نمبر پش کرنے لگا تھا۔
>>>

عفاف میں تم سے شادی کرنا چاہتا ہوں؟" جب وہ اسے میڈیسن دے رہی تھی' تبھی وہ اس کی جانب بغور"
دیکھتا ہوا بولا' اور عفاف فریدون خان اس لمحے سر اٹھا کر دیکھنے کے قابل نہ رہی تھی۔ سینے میں موجود ننھا
سا دل یکدم ہی بے تحاشا زور سے دھڑک کر اپنے ہونے کی گواہی دینے لگا تھا۔ تبھی وہ کہہ رہا تھا۔
"میں تم سے فقط اتنا جاننا چاہتا ہوں کہ تم زندگی کی راہوں میں میرا ساتھ دینا چاہو گی؟"
اس نے اپنا مضبوط ہاتھ اس کے ہاتھ پر رکھتے ہوئے کہا' تو وہ سر اٹھا کر یکدم ہی اسے دیکھنے لگی تھی۔
پھر دوسرے ہی پل سر جھکا گئی تھی۔

عزیر! پہلی بات تو یہ ہے کہ یہ موقع ان باتوں کا قطعی نہیں ہے، دوسرے ہم نے ابھی ایک دوسرے کو"
جانا ہی کتنا ہے، کیا تم سمجھتے ہو کہ ہم ایک ساتھ زندگی گزار سکتے ہیں۔ ہم ایک دوسرے کو اتنا سمجھ چکے
"ہیں... جان چکے ہیں... ہو سکتا ہے یہ فقط جلد بازی ہو اور جلد بازی کے فیصلے اتنے پائیدار نہیں ہوتے۔
عفاف! میں صرف اتنا جاننا چاہتا ہوں کہ تمہارے لہجے میں یہ کون سے خدشے ہیں، یہ کیسا خوف بولتا ہے"
"جو تمہارا اعتماد مجھ پر بحال نہیں ہونے دیتا؟
اور کتنی ہی دیر تک وہ کچھ بول نہ پائی تھی۔ پلکیں یکدم ہی بوجھل ہونے لگی تھیں۔
عزیر میں بہت مشکل میں ہوں... تمہاری زندگی بھی میری وجہ سے بہت مشکل اور دشوار ہو جائے گی،"
اور میں ایسا قطعی نہیں چاہتی۔" اس کی پلکوں سے موتی ٹوٹے تھے، اور اس سے قبل کہ بے وقعت ہوتے
کسی کی مہربان پوروں نے اسے تھام لیا تھا۔
تم شاید ابھی عزیر حسن آفندی کو واقعی نہیں سمجھی ہو۔ بہت مضبوط قوت ارادی کا ہے یہ شخص"
... دوسرے لفظوں میں جسے بڑے آرام سے "ڈھیٹ" کہا جا سکتا ہے، تم اگر ساتھ دینے کا وعدہ کرو گی،
تو یہ
بہت برداشت کے ساتھ نہ صرف تمہیں قبول کرے گا، بلکہ ان مشکلات کو آسان بھی کرے گا... جو
راہوں میں آئیں گی، مگر شرط یہی ہے کہ "ہمقدم، تم ہو..." وہ مسکراتے ہوئے اس کے شانے پر اپنا
ہاتھ رکھتا ہوا بولا، تو وہ سر اٹھا کر بھیگی پلکوں سے اسے دیکھنے لگی۔
"برداشت کرو گے مجھے...؟"
اوں ہوں... برداشت نہیں قبول۔" اس نے نفی میں سر ہلاتے ہوئے باور کرایا۔"

برداشت ہم فقط جبراً کرتے ہیں... اور محبت میں برداشت نہیں، کسی بھی فرد کو یا اس سے وابستہ چیزوں یا" عادتوں کو فقط قبول کیا جاتا ہے۔ محبت میں "برداشت" نہیں ہوتی فقط "قبولیت" ہوتی ہے جہاں "برداشت" آجائے وہاں "محبت" ختم ہو جاتی ہے۔

میں تمہیں اور تمہاری تمام عادتوں' خوبیوں اور خامیوں کو قبول کروں گا۔ تمہارے سمیت تم مجھے قبول کرتی ہو یا برداشت... اس کا فیصلہ تم کرو گی۔" وہ سنجیدہ لہجے میں بولتے بولتے یکدم آخر میں مسکرا دیا تو... وہ اس کی جانب دیکھتی رہ گئی' اس کے چہرے پر سوچوں کا اتنا ہی دبیز جال بچھا ہوا تھا۔ عزیر کے "اتنے پختہ یقین کے باوجود۔

وہ شاید اس کی کیفیت بھانپ گیا تھا' تبھی بولا تھا۔

عفاف! اگر تم مجھ سے اپنی پرابلمز شیئر کرو گی' تو یقیناً مجھے خوشی ہو گی۔ "اس نے جس یقین کے ساتھ اس" کے نازک سے ہاتھ پر اپنا ہاتھ دھرا تھا۔ اس سے اس کی وفاداری کا اندازہ ہو رہا تھا' اور تب اس نے اپنا سارا ماضی اس کے سامنے رکھ دیا تھا۔

میں اپنے اعتماد' اپنے یقین اپنے رشتوں کو پھر ٹوٹتا ہوا قطعی نہیں دیکھ سکتی' اگر ایسا ہوا تو یقیناً میں مر" جاؤں گی۔" وہ بے تحاشا برستی آنکھوں کے ساتھ بولی تھی۔

عزیر نے چند لمحوں تک اس نازک سی لڑکی کو دیکھا تھا' پھر ہاتھ بڑھا کر اس کے تمام اشک اپنی ہتھیلی پر سمیٹ لیے تھے۔

سارے وسوسے دل سے نکال دو... ہماری زندگی میں ایسا کوئی لمحہ نہیں آئے گا۔" وہ یقین دلاتے لہجے" میں بولا تھا۔ "میں نے ممی اور ڈیڈی کو تمہارے متعلق انفارم کر دیا تھا۔ وہ لوگ آرہے ہیں، تمہیں

دیکھنے' تم سے ملنے۔" وہ شرارت سے مسکرایا۔ "پتہ نہیں ان کے بیٹے کی پسند انہیں بھی پسند آتی ہے کہ نہیں' وہ اس کے چہرے کو اوپر اٹھا کر دیکھتے ہوئے بولا تھا۔ "ویسے تو خاصی معقول ہو... مجھے تو اچھی لگی ہو... میرا خیال ہے ممی ڈیڈی بھی اوکے کر دیں گے!" وہ یقیناً اسے چھیڑ رہا تھا۔ اس کا موڈ بحال کرنے کی کوشش کر رہا تھا۔ "تمہارا کیا خیال ہے؟" عزیر نے پوچھا' تو اس نے مسکراتے ہوئے سر جھکا دیا۔

عزیر کو اپنی پسند پر مکمل یقین تھا' اعتماد تھا' تبھی تو اس نے ممی ڈیڈی کو اتنے یقین سے اس کے متعلق آگاہ کیا تھا۔ ممی ڈیڈی کو بھی وہ بہت زیادہ پسند آئی تھی' شوبی اور ثومیہ اسے مسلسل چھیڑ رہے تھے' اور اس کے چہرے کا رنگ ان کی باتوں پر مسلسل گلال سا ہو رہا تھا۔ انتہائی بولڈ سی لڑکی جانے کیسے چھوئی موئی ہو گئی تھی' حتیٰ کہ عزیر کے ذکر پر ہی اس کا چہرہ بلش ہو جاتا۔ اس کی طرف سے آنٹی' انکل اور فاطمہ لوگ تھے۔ فاطمہ کو جب فون کیا' تو وہ بھی عجیب انداز میں خفا ہوئی۔

شرم تو نہیں آتی... سب کچھ کر کے اب آگاہ کر رہی ہو' جب مشورہ دیا تھا' تو کاٹ کھانے کو دوڑ رہی تھیں' اب اچانک ہی سارے مرحلے سر کر لیے' پہلے تو یہ بتاؤ یہ کایا پلٹی کیسے... تم یعنی انتہائی خبطی قسم کی لڑکی محبت میں گرفتار ہوئی تو ہوئی کیسے... اور وہ بھی اتنے معقول سے بندے کے ساتھ۔" وہ یقیناً ساری رام کہانی منٹوں میں سن لینا چاہتی تھی' اور جواب میں جب وہ بجائے چڑنے کے کھلکھلا کر ہنسنے لگی تھی' تو فاطمہ پر جیسے شادی مرگ' بلکہ شاید سکتے والی کیفیت طاری ہو گئی تھی۔

"عفاف فریدون خان یہ تم ہی ہو نا... کہیں لائن میں کوئی اور تو نہیں کود پڑا۔"

"فاطمہ... زیادہ وقت نہیں ہے' طویل بات نہیں کر سکتی۔ بس آ جاؤ انکل اور آنٹی کے ساتھ۔"

"اوہ... سسرال کے آتے ہی اتنا بدل گیا لب و لہجہ... تیور کیسے بدل گئے ہیں۔"

تم آؤ تو سہی... ساری باتیں کریں گے۔" اس نے مسکرا کر اسے ٹالا تھا' تمام بزرگ حضرات بیٹھے تھے'' 'اور ان کو ایک دوجے کے نام لکھنے کا فیصلہ کر دیا گیا تھا۔

شادی کی ڈیٹ فکس کی گئی تھی' رسم کے طور پر دونوں نے فقط ایک دوسرے کو رنگز پہنادی تھیں۔ فقط گھر کے افراد ہی جمع تھے... مگر فاطمہ... فہد... شوبی اور ثومیہ کے باعث اتنا ہنگامہ برپا تھا' کہ وہ سوپر بھاری لگ رہے تھے۔

تمام پروگرام مرتب کرنے کے بعد عزیر کے ممی ڈیڈی نے جانے کا قصد کر لیا' مگر اس سے قبل عزیر کی ممی کراچی ہی میں مقیم اپنے بھائی سے اور بھاوج سے ملنے ضرور گئیں' پھر اس کے بعد وہ لوگ رخصت ہو گئے۔

جلد آؤں گا۔" وہ جاتے ہوئے کان کے قریب سرگوشی کر گیا۔"

اور اس کے کانوں میں تادیر یہی بازگشت گونجتی رہی۔ کتنی حسین ہو گئی تھی یکدم ہی زندگی' بہت سے رنگوں سے سج کر اس نے مسکراتے ہوئے دونوں ہاتھ باندھ کر باقاعدہ اپنی اس زندگی کی تاحیات برقراری کی دعا مانگی تھی۔

>>

شادی کارڈ بانٹ دیئے گئے تھے' اور اب شادی بہت ہی نزدیک آگئی تھی۔ شادی کی شاپنگ عزیر نے عفاف کو خود کرائی تھی۔

ماموں کو شادی کا کارڈ دینا ہے، صبح یہ ممکن نہ ہو گا' اگر تم مائنڈ نہ کرو تو ابھی چلیں؟"

شیور..."اسے بھلا کیا اعتراض ہو سکتا تھا۔"

اور جواب میں عزیر حسن آفندی نے گاڑی یقیناً اپنے ماموں کے گھر کے راستوں پر ڈال دی تھی۔"

ملازم نے جب انہیں ڈرائنگ روم میں بٹھایا' تو وہ طائرانہ نظروں سے جائزہ لینے لگی' تبھی عزیر کی شاید ممانی آ گئیں... کافی خندہ پیشانی سے ملیں۔

تمہاری ہونے والی دلہن تو عزیر واقعی چاند کا ٹکڑا ہے۔"انہوں نے انکشاف کیا' تو گویا وہ جواباً مسکرادیا" تھا۔

اِدھر اُدھر کی باتوں اور خاطر مدارت کے بعد عزیر نے اجازت چاہی تھی' مگر تبھی ممانی بولی تھیں۔

تمہارے ماموں آرہے ہیں' بیٹھو لو آ گئے۔"وہ بولی تھیں اور تبھی عزیر کے ماموں کمرے میں داخل" ہوئے۔ عزیر احتراماً اٹھ کھڑا ہوا تھا' اور عفاف فریدون جیسے لمحہ بھر کو ساکت ہو گئی تھی۔ عبداللہ بھی لمحہ بھر کو اسے سامنے دیکھ کر چونکے تھے۔

اپنے عزیر کی ہونے والی دلہن ہے۔"ممانی نے مسکراتے ہوئے تعارف کرایا تھا۔ عبداللہ صاحب نے" سر ہلایا تھا۔ عزیر مسکراتے ہوئے ادھر ادھر کی باتیں کرنے لگا تھا' مگر عفاف جیسے اس لمحے سر نہ اٹھا پا رہی تھی' نظروں کے سامنے جیسے اندھیرا سا چھا رہا تھا' اور تب اس نے اپنا یخ سا ہاتھ عزیر کے ہاتھ پر رکھ دیا تھا' اور اس لمحے عزیر یکدم ہی چونک کر دیکھنے لگا تھا' اور پھر اس کی کیفیت کے پیش نظر فوراً ہی اسے لے کر باہر نکل آیا تھا۔ راستے بھر اس نے کوئی بات نہ کی تھی۔ چپ چاپ سیٹ سے پشت ٹکائے آنکھیں موندے پڑی رہی تھی۔

"عفاف!" آریو آل رائٹ؟" اس نے وقفے وقفے سے کتنی ہی بار دریافت کیا تھا' اور اس نے کبھی سر ہلا دیا تھا' اور کبھی کوئی رسپانس نہ دیا تھا۔ عزیر یہی سمجھ رہا تھا کہ اس کی طبیعت چونکہ پہلے سے خراب تھی' اور وہ اسے زبردستی لے آیا تھا' تو شاید اس کے باعث یہ کیفیت ہو گئی تھی' اصل حقیقت تو اس کے وہم و گمان میں بھی نہ تھی۔

"تم بھی عجیب ضدی لڑکے ہو... بتا تو رہی تھی طبیعت خراب ہے' اس کے باوجود باز نہیں آئے اور لے گئے۔" بوا نے اس کی حالت کے پیش نظر کہا تھا' مگر وہ کچھ کہے بغیر ڈاکٹر کا نمبر ملانے لگا تھا۔

"عفاف... عفاف..." بوا نے اسے بلایا تھا' مگر وہ کوئی جواب نہ دے سکی تھی... بوا نے گھبرا کر پیشانی پر ہاتھ رکھا تھا' اور یکدم لگا تھا' جیسے برف پر ہاتھ رکھ دیا ہو۔

"!عزیر"

"!... جی بوا"

"جلدی گاڑی نکالو... اسپتال چلو!" اور وہ گھبرا کر واپس مڑا تھا۔

"عفاف... عفاف..." اس نے اس کی نبض کو فوراً دیکھا تھا' اور سانسوں کے مدہم سے تسلسل پر پل بھر میں تیزی سے دھڑکنے والا دل قدرے معمول پر آ گیا تھا' اس نے بوا کی جانب دیکھا تھا۔

عزیر کی سمجھ میں کچھ نہ آ رہا تھا۔ شام تک وہ بالکل خوش تھی' مطمئن تھی' اس کی باتوں پر ہنس رہی تھی' سرشار ہو رہی تھی۔ گمان تک نہ تھا' ایسا کچھ ہو جائے گا۔ ڈاکٹر نے اگرچہ اب اسے خطرے سے باہر قرار

دے دیا تھا' مگر وہ ان لمحوں کو قطعی فراموش نہیں کر سکتا تھا' جب وہ تمام شب انتہائی نگہداشت کی یونٹ

میں تھی' اس کا بی پی خطرناک حد تک لو تھا۔ ڈاکٹر نے وجہ کوئی ذہنی دباؤ بتائی تھی' مگر عزیر کو بہت کچھ سوچنے کے بعد بھی کچھ سمجھ میں نہ آرہا تھا کہ اصل معاملہ کیا ہو گا۔

گھر سے ممی کا بھی فون آیا تھا۔ عزیر نے عفاف کے متعلق آگاہ کیا' تو کوئی خاص جواب نہ دیا' بلکہ اسے گھر پہنچنے کے لیے کہا' اس کا ذہن چونکہ پہلے ہی الجھا ہوا تھا' اور مکمل طور پر توجہ عفاف ہی کی جانب تھی' اس لیے وہ کچھ نہ تو محسوس کر سکا' نہ ہی اخذ۔ وہ عفاف کے پاس ہی تھا' اسپتال میں بوا' فاطمہ بھی تھیں' مگر وہ سب کے باوجود وہاں سے ہٹنے کو تیار نہ تھا۔

عفاف نے ہوش میں آتے ہوئے آنکھیں کھولیں تو وہ سب کی پروا کیے بغیر اس پر جھک گیا' اس کے نازک ہاتھ کو مضبوطی سے اپنے ہاتھ میں لے لیا۔

بہت آگے معاملہ پہنچ چکا ہے' اب اگر تم نے کوئی گڑبڑ کی تو تمہاری اور اپنی جان ایک کر دوں گا۔ "وہ" مکمل استحقاق سے بولا' مگر اتنی محبت' اتنی چاہت کے باوجود عفاف کے چہرے کے تاثرات میں کوئی خاطر خواہ تبدیلی واقع نہیں ہوئی' نہ تو وہ مسکرا سکی' نہ ہی اس کو تسلی دینے کو آنکھوں کو ہلکے سے جنبش دے سکی۔ نہ سر اثبات میں ہلا' فقط دو پانی کے قطرے پلکوں سے ٹوٹے اور بالوں میں جذب ہو گئے۔

سن لو اس معاملے میں کوئی کوتاہی قبول نہیں کروں گا۔ تمہاری تمام سانسوں پر اب میرا حق ہے... یہ" زندگی میری ہے' اور تم مجھ سے میری زندگی نہیں چھین سکتیں۔" بہت دھیمی آواز تھی' لہجہ بے حد گمبھیر

اب مزید مت ستانا مجھے۔ "اس نے مضبوط ہاتھ سے اس کی پلکوں کے تمام موتی چن لیے۔ عفاف نے" پلکیں موند لیں۔

"عفاف... "اس نے ہولے سے پکارا... تبھی ڈیوٹی پر موجود نرس ٹریٹ منٹ کے لیے آگئی۔

"انہیں سونے دیں... دواؤں کے زیر اثر ہیں ابھی پلیز ڈسٹرب مت کیجئے۔"

اور تب وہ تمام لوگ باہر آگئے۔

گھر پہنچے تو پاپا آئے ہوئے تھے۔

"کیسی ہے اب عفاف؟ تمہاری ممی کی کچھ طبیعت ٹھیک نہ تھی' اس لیے مجھے تنہا ہی آنا پڑا۔"

"عفاف ٹھیک ہے۔ ممی کو کیا ہوا؟" وہ فکر مندی سے بولا۔

"یونہی موسم کا اثر ہے ذرا... عفاف کو ہوا کیا تھا؟"

"پتہ نہیں ٹھیک ٹھاک تھی بالکل بس اچانک ہی..." وہ جملہ مکمل نہ کر سکا۔ حسن آفندی نے بیٹے کو بغور دیکھا' پھر اس کے شانے پر ہاتھ رکھ دیا' تبھی جیسے عزیر بھی اتنا مضبوط سہارا پا کر پگھلنے لگا' بہت آہستہ سے سر پاپا کے شانے پر ٹیک دیا۔

"پاپا! وہ میری زندگی ہے' میں اسے کھونا نہیں چاہتا!" وہ جیسے یکدم بچہ بن گیا۔ بیٹے کے جذباتی انداز پر بہت ہولے سے اس کے شانے پر ہاتھ رکھا۔

"سب ٹھیک ہو جائے گا انشاء اللہ! تم آرام کرو' بوا بتا رہی تھیں تم رات سے نہیں سوئے۔" پاپا نے اسے دلاسا دیتے ہوئے کہا۔

تقریباً ایک ہفتے وہ اسپتال میں رہی' تیسرے چوتھے روز حالت قدرے سنبھلی تھی' تو اس نے تبھی سے گھر واپسی کے لیے ضد شروع کر دی تھی' جبکہ بوا اور عزیر کا خیال تھا کہ وہ مکمل طور پر ٹھیک ہو جائے۔ جس روز وہ گھر لوٹی اسی روز عزیر نے واپسی کا ارادہ کر لیا۔

فاطمہ اس کے پاس بیٹھی تھی' وہ جانے سے قبل ملنے آیا تو فاطمہ اٹھ کر قصداً باہر نکل گئی۔

"اپنا خیال رکھنا میں جا رہا ہوں' مگر جلد واپس لوٹنے کے لیے!" وہ دھیمے سے مسکراتا ہوا بولا۔

"اپنے نازک سے ہاتھ پر دھرا اس کا مضبوط ہاتھ وہ جیسے خالی خالی نظروں سے دیکھتی رہی' اندر کوئی ہلچل نہ مچی' کوئی نہ اٹھا کچھ ہی دنوں میں جیسے وہ صدیوں کی بیمار نظر آنے لگی تھی' رنگت جیسے پیلی سرسوں ہو رہی تھی' خوبصورت چمکدار روشن آنکھوں میں چمک ناپید تھی' ارد گرد سیاہ حلقے تھے۔

"میں فون کروں گا' کوئی فضول سوچ کو ذہن میں جگہ مت دینا۔ بہت سے اچھے دن ہمارے منتظر ہیں۔ ہم ایک خوش گوار زندگی کا آغاز بہت سی امنگوں اور تمناؤں کے ساتھ کریں گے۔ ہم نے ایک ساتھ چلنا ہے ہمیشہ... ہمیشہ تک!" وہ کچھ نہ بولی سر جھکا رہا۔ جانے کب پانیوں کے قطرے پلکوں سے ٹوٹتے گئے۔

"پگلی... اتنی چھوٹی سی بیماری کے بعد اتنی بزدل ہو گئی ہو۔ رونے کی کیا بات ہے' خدا نخواستہ میں ہمیشہ کے لیے تو نہیں جا رہا۔" وہ مسکراتے ہوئے یقیناً اس کا دھیان بٹانا چاہ رہا تھا... مگر عفاف نے جیسے ہار کر اس کے شانے پر اپنا سر رکھ دیا تھا' اور بے آواز رونے لگی تھی۔

عزیر اس کی کیفیت سمجھنے سے قاصر تھا' مگر بہت ہولے سے اس کے گرد اپنی مضبوط بانہوں کا حصار کھینچ کر دوسرے ہاتھ سے اس کے سر کو ہولے ہولے تھپکنے لگا تھا' کتنی دیر تک وہ اندر کا غبار آنسوؤں کی صورت اس کے شانے پر بہاتی رہی تھی۔

"اگر کہو تو نہ جاؤں؟ یہیں رہ کر سہرا باندھنے کی تیاری کروں۔" وہ شرارتی ہو کر دریافت کرنے لگا' مگر وہ مسکرا نہ سکی' پیچھے ہو کر ہاتھ کی پشت سے آنکھیں رگڑنے لگی' تبھی اس نے شہادت کی انگلی سے اس کے چہرے کو ٹھوڑی سے اوپر اٹھایا تھا۔ عفاف نے اسے کچھ لمحوں تک تکا تھا' پھر جیسے تھک کر نظریں

جھکا گئی تھیں، تبھی وہ مسکراتے ہوئے بولا۔

"واپس آنے کے لیے جانا بہت ضروری ہے۔"

عزیر..."اس نے ہولے سے پکارا۔"

کہو جان عزیر...!!!"وہ جیسے جی جان سے متوجہ ہو گیا۔"

میں سنجیدہ ہوں۔"وہ اس کی مسکراہٹ دیکھ کر بولی۔"

"!تو میں کب مذاق کر رہا ہوں کہو جی جان سے سن رہا ہوں کہو"

مجھے ڈر لگ رہا ہے۔بہت!"وہ خوفزدہ لہجے میں فقط یہی کہہ سکی تھی۔"

کس بات سے؟"عزیر نے اس کی آنکھوں میں جھانکا وہ سر جھکا گئی۔"

پتہ نہیں۔"وہ نفی میں سر ہلانے لگی۔"

پاگل..."وہ جیسے کچھ بولتے بولتے رک گئی۔"

کیا لگتا ہے..."مگر وہ نفی میں سر ہلانے لگی۔"

بولو؟"عزیر نے اصرار کیا۔"

میں مر جاؤں گی۔"اس کا تمام حوصلہ جیسے جواب دے گیا۔عزیر نے فوراً اپنا مضبوط ہاتھ اس کے لبوں پر"
دھر دیا۔

خدانہ کرے۔"عزیر نے اس کے ہاتھ کو اپنی مضبوط گرفت میں لیا۔"

"تم چاہتی ہو میں واپس نہ جاؤں؟"

مگر وہ سر جھکا کر نفی میں سر ہلانے لگی، وہ اس کے معصوم سے انداز پر مسکرادیا۔

"مسکراؤ اور مجھے خدا حافظ کہو۔"

مگر وہ جواب میں کچھ نہ کہہ سکی' تبھی اس نے سنجیدہ ہو کر اس کے ہاتھ پر اپنا ہاتھ رکھ دیا۔

"ہم ایک دوسرے کے نام ہمیشہ کے لیے لکھ دیئے گئے ہیں۔ تمام خوف دل سے نکال پھینکو بہت سے اچھے دن ہم نے ساتھ گزارنے ہیں... سنگ سنگ جینا ہے۔ سنگ سنگ چلنا ہے۔

ہے ناں... !" کہنے کے ساتھ ہی اس کا اقرار بھی چاہا۔

"خدا حافظ... !!" عفاف نے کہہ کر پشت پھیر لی تھی' تبھی وہ مزید کچھ کہے بغیر باہر نکل گیا تھا۔

عفاف کے دل میں اتنا خوف تھا' اتنے اندیشے تھے کہ عزیر کا اعتماد دلاتا لہجہ بھی جیسے ناکافی تھا۔ اطمینان دلانے کے لیے جیسے سب کچھ ناکافی تھا۔

>>>

مونا آپی واہ کینٹ سے آئی ہوئی تھیں' وہ کتنی ہی دیر تک ان سے اِدھر اُدھر کی باتیں کرتا رہا' ان کے گول مٹول سے زوہیب اور شرجیل سے کھیلتا رہا' مگر ذہن پھر بھی کسی حد تک عفاف کی جانب ہی لگا ہوا تھا۔

"کیا بات ہے فریش نہیں لگ رہے ہو؟" مونا آپی بھی اس کی کھوئی کھوئی کیفیت محسوس کر گئی تھیں... تبھی بولیں... وہ پہلے چونکا پھر مسکراتے ہوئے سر نفی میں ہلانے لگا۔

"عفاف ٹھیک ہے اب۔" آپی نے دریافت کیا۔

"ہوں... !" اس نے سر ہلایا۔

"آپ اچانک کیسے یہاں آ گئیں؟" وہ موضوع کا رخ پھیرتے ہوئے مسکراتے ہوئے بولا۔

"میرے اتنے پیارے سے بھائی کی شادی میں اتنے تھوڑے سے دن رہ گئے ہیں۔ کیا اب بھی میں نہ آتی؟" مونا آپی مسکرائیں۔ وہ اثبات میں سر ہلانے لگا تو مونا آپی بولیں۔

"ممی نے بلوایا تھا۔"

"ہاں یہ تو مجھے معلوم ہے بلوائے بغیر آپ کبھی نہیں آئیں۔" محترم جہانگیر بیگ صاحب

"وہ بھی آئیں گے... فی الحال تو ملک سے باہر ہیں۔" آپی نے مسکرا کر جواب دیا۔ تبھی شوبی اندر آیا۔ آتے ہی زوہیب کے پھولے ہوئے گال کو پیار سے کھینچا' وہ پرُزور احتجاج کرتے ہوئے رونے لگا۔

"بد تمیز شخص کیسے ماموں ہو؟" مونا نے زوہیب کو فوراً ساتھ چمٹا لیا۔

"بس ایسے ہی ماموں ہیں۔" شوبی ہنسا۔

"ہاں جلدی میں ایسے ہی دستیاب تھے۔" عزیر بھی ہنسا۔ تبھی شوبی اس کی جانب دیکھنے لگا۔

"ممی بلا رہی تھیں آپ کو۔" عزیر کو اطلاع دی۔ وہ فوراً اٹھ کھڑا ہوا۔

اس نے بہت ہولے سے ممی کے کمرے کے دروازے پر دستک دی' پھر ان کی آواز آنے پر دروازہ کھول کر اندر داخل ہو گیا۔ پاپا بھی وہیں موجود تھے۔ قدرے پرُسوچ انداز میں ایک جانب دیکھے جا رہے تھے۔ جبکہ ممی اس کے آنے پر اس کی جانب دیکھ رہی تھیں' وہ قدرے چونک گیا' جھگڑا تو ان میں کبھی ہوا نہ تھا' اتنے ایٹی کیٹس تو وہ رکھتے تھے کہ اپنے درمیان ہونے والی باتوں کو اور چھوٹے موٹے کرائسس کو خود ہی ہینڈل کر کے حل کر سکیں۔ کم از کم بچوں کو کبھی کسی بات کی خبر نہیں ہوتی

تھی۔ عزیر کو بھی یہ دیکھنے کی نوبت نہیں آئی تھی کہ ممی کبھی جاہل عورتوں کی طرح چیخ یا چلا رہی ہوں' یا پھر غصے میں برتن اٹھا اٹھا کر پٹخ رہی ہوں' یا پھر کبھی گلدان پر اپنا غبار نکال رہی ہوں۔ پاپا تو تھے ہی بہت پولائیڈ قسم کے انسان' غصہ جنہیں شاید آتا ہی نہ تھا' اور یا پھر اگر آتا بھی تھا' تو وہ اس پر قابو کرنا جانتے تھے' بہر حال جو بھی تھا عزیر نے اپنی ستائیس سالہ زندگی میں کبھی بھی انہیں روایتی میاں بیوی کی طرح لڑتے جھگڑتے نہیں دیکھا تھا۔ یا پھر کسی اور الجھن میں مگر آج پاپا اور ممی دونوں کے چہرے متفکر تھے' سوچوں کے جال جہاں تنے ہوئے تھے۔

عزیر پہلے تو دروازے تک ہی رک گیا' پھر ممی نے بلایا تو آگے بڑھ آیا۔

خیریت...!" ممی بولیں' تو وہ ان کے سامنے والے کاؤچ پر ٹک گیا' اس کے بعد اگرچہ وہ منتظر تھا ان" کی جانب سے کچھ کہنے کا' کچھ بتانے کا کم از کم یہاں بلانے کا جواز ہی جاننے کا۔ مگر ممی پاپا دونوں ہی بہت خاموش تھے... عزیر کا ذہن جیسے الجھنے لگا تھا۔ اس سے قبل کہ وہ خود سے کچھ دریافت کرتا ممی اس کی جانب دیکھنے لگی تھیں۔

عفاف ٹھیک ہے اب؟" وہ جب سے آیا تھا' انہوں نے پہلی مرتبہ عفاف کے متعلق دریافت کیا تھا۔ وہ" چونک کر دیکھنے لگا' اس کی چھٹی حس یکدم ہی کسی خطرے کا الارم دینے لگی۔ اس نے سر اثبات میں ہلا کر ممی کو جواب دیا' تبھی وہ بولیں۔

عزیر بیٹا میرا خیال ہے بات کو زیادہ الجھایا نہ جائے تو بہتر ہو گا۔" انہوں نے کوئی تمہید باندھے بغیر کہا۔" تمہارے ماموں کا فون آیا ہے' انہوں نے عفاف کے متعلق آگاہ کیا ہے کہ عفاف کچھ عرصہ قبل کسی" ذہنی و دماغی بیماری کا شکار رہ چکی ہے۔" ممی نے آخر کار اپنی پریشانی کی وجہ ظاہر کر دی تھی' اور تب وہ

یکدم ہی چونک کر دیکھنے لگا تھا۔

"ماموں نے... مگر ماموں کو کیسے خبر ہوئی؟"

تو کیا یہ واقعی سچ ہے؟" ممی نے اس کے انداز سے اخذ کرتے ہوئے دریافت کیا۔"

ممی عفاف نے جو کچھ مجھے بتایا تھا' وہ میں سرسری طور پر آپ کو بتا چکا ہوں۔ وہ ماضی میں ذہنی خلفشار کا"

"شکار رہی ہے' مگر وہ اس نہج کی نہیں تھی کہ خدانخواستہ۔

کہ پاگل پن کے زمرے میں آئے۔" ممی نے اس کی بات کو مکمل کیا' اور اس سے قبل وہ کچھ بولتا ممی"

چلتے ہوئے اس کے قریب آ گئیں' اور اس کے سر پر ہاتھ رکھتے ہوئے بولیں۔

بیٹا محبت اپنی جگہ' مگر ایک پاگل لڑکی سے کسی بھی قسم کا ناطہ جوڑنا یا تعلق استوار کرنا اپنے آئندہ آنے"

والوں کے لیے بھی خطرے کا باعث بن سکتا ہے' بات سوچ بچار کی ہے' موروثیت کے متعلق تو تم بھی

جانتے ہو' ہم نہیں چاہتے کہ کل کو ہماری نسل میں کوئی ایب نارمل بچہ جنم لے۔ یہ سچ ہے کہ تم اکلوتے

نہیں ہو' نا ہی خاندان کی تمام تر ذمے داری تم پر عائد ہوتی ہے۔ یقیناً شوبی بھی اس خاندان کا بچہ ہے' مگر

بیٹا تم بڑے ہو... تم سے چلنے والی نسل سے ہی ہماری شناخت ہوگی' یہ خدشہ نہیں ہے کوئی اٹس اے

فیکٹ تم خود سمجھ دار ہو!" ممی نے اس کے چہرے کو دونوں ہاتھوں میں تھامتے ہوئے دیکھا تھا' اور وہ

جیسے خالی خالی نظروں سے اس کی جانب دیکھتا چلا گیا تھا' ذہن میں جیسے ایک ہی لفظ کی گردان ہو رہی تھی۔

"پاگل لڑکی! پاگل لڑکی!" اور تبھی وہ نفی میں سر ہلانے لگا تھا۔ "ممی وہ پاگل نہیں ہے۔"

اوکے!" ممی نے اس کے کہنے پر سر ہلایا۔ تبھی وہ بولا۔"

ممی وجہ یہ نہیں ہے کہ میں اس سے محبت کرتا ہوں۔ اس لیے ایسا کہہ رہا ہوں ممی آپ نے خود اس سے"

"بات کی ہے، ملی ہیں آپ اس سے، کیا وہ آپ کو پاگل لگتی ہے۔

بیٹا فی الحال تو وہ نارمل ہی لگ رہی ہے، مگر اس کی کیا گارنٹی ہے کہ مستقبل میں بھی ایسا ہی ہو، بات"

"!ایک جنریشن کی ہے بیٹا

ممی ایک جنریشن کے لیے آپ چاہتی ہیں میں اس لڑکی کا اعتماد چکنا چور کر دوں، اور گارنٹی تو کسی بھی"

بات کی نہیں دی جا سکتی۔ کیا پتہ ابھی میں آپ سے بول رہا ہوں، بات کر رہا ہوں چند لمحوں میں میری

"ذہنی رو بہک جائے یا میں رہوں ہی نا۔

خدا انخواستہ!" ممی کا دل فوراً ہی دہل گیا۔"

آپ مجھ سے محبت کرتی ہیں نا، جس طرح آپ مجھے نہیں چھوڑ سکتیں، مجھے تکلیف میں نہیں دیکھ سکتیں،"

اسی طرح میں بھی اس لڑکی کو ہرٹ نہیں کر سکتا۔ آپ خود سوچیے شادی میں کتنے تھوڑے سے دن باقی

ہیں۔ کیا گزرے گی اس لڑکی کے دل پر جسے فقط یہ کہہ کر رد کر دیا جائے کہ وہ کسی شخص کے غلط اور غیر

انسانی رویئے کے باعث فقط ذہنی خلفشار کا شکار رہی ہے، ممی وہ پیدائشی پاگل نہیں تھی، اگر وہ کچھ عرصہ

تک ذہنی طور پر ڈسٹرب رہی، تو اس میں ہاتھ دوسرے لوگوں کا بھی تھا۔

مگر بیٹا ہم کسی کے کیے کا ازالہ ادا نہیں کر سکتے۔" ممی نے اس قدر سرد لہجے میں کہا کہ وہ کئی لمحوں تک کچھ"

بول ہی نہ سکا۔ اس نے اس لمحے پاپا کی جانب دیکھا تھا، مگر وہ اس جانب متوجہ نہ تھے... مسلسل جیسے کسی

سوچ میں الجھے ہوئے تھے۔ تبھی وہ بولا۔

آپ کیا چاہتی ہیں؟ میں چھوڑ دوں اس لڑکی کو، اتنا آگے لا کر اس موڑ پر..." اور ماموں کو کیا الہام ہوا"

تھا وہ کس طرح جانتے ہیں عفاف کو؟" وہ بولا تھا' اور پھر لمحہ بھر کو اس کا ذہن اس جانب گیا تھا۔ عفاف کا یکدم ہی بیمار پڑ جانا' اور پھر بہت سے اندیشوں کا اس کی آنکھوں سے پانی کی صورت چھلکا۔

"میں مر جاؤں گی..." اس کا کانپتا ہوا وجود' اور ڈبڈبائی ہوئی آنکھیں' آواز میں حد درجہ بے بسی اور وہ یکدم ہی جیسے ایک نتیجے پر پہنچ چکا تھا۔

"پاپا! کیا آپ کی بھی یہی مرضی ہے؟" وہ جانے کس خیال کے تحت پوچھنے لگا تھا' اور تب کب کے چپ چاپ سے بیٹھے حسن آفندی نے سر نفی میں ہلا دیا تھا۔

"تمہارا جو دل کہہ رہا ہے وہی مان لو۔"

"زندگی تمہاری ہے بیٹے... میرے خیال سے اسے آزادانہ طور پر گزارنے کا حق بھی تمہیں ہی حاصل ہونا چاہیے' ہم کوئی روایتی ماں باپ نہیں ہیں... تمہاری ممی کے ذہن میں بھی ایک خدشہ ہے جو کہ یقیناً تم سے محبت کے باعث ہے ضروری نہیں کہ ویسا در حقیقت بھی ہو... مستقبل کے بارے میں کبھی کوئی پری ڈکٹ نہیں کر سکتا' اور پھر تمہارے عبداللہ ماموں کی رائے کوئی اتنی مستند بھی نہیں۔ سب سے بڑے خیر خواہ یقیناً ہم اپنے خود آپ ہوتے ہیں۔"

پاپا نے کہا تو وہ ممی کی جانب دیکھنے لگا' جو اب رخ پھیر کر دوسری جانب دیکھنے لگی تھیں۔

اور تب وہ کچھ بھی کہے بغیر کمرے سے اٹھ کر باہر نکل آیا تھا۔

"ایک طرف جنت تھی' اور دوسری طرف محبت... فیصلہ بہت مشکل تھا۔ اگر وہ عبداللہ ماموں کے متعلق ممی کو بتا بھی دیتا' تو ایک تو ماموں کا امیج خراب ہوتا' اور دوسرے شاید وہ اس بات کو قبول بھی نہ کر پاتیں' اور قبول تو وہ خود بھی نہ کر پا رہا تھا۔ ماموں کو ہمیشہ اسے نے بہت بلند مرتبے پر رکھ کر دیکھا

تھا، مگر کس قدر مختلف نکلے تھے وہ! اس کا ذہن بہت الجھ گیا تھا۔

>>>

ایک عجیب تناؤ کی کیفیت تھی، کتنے دن سے وہ سوچتا اور جیسے خود سے بھاگتا رہا تھا۔ دن گزرتے جا رہے تھے، اور گھر مہمانوں سے کھچا کھچ بھرتا جا رہا تھا۔ رسموں کے دن قریب تھے، اور وہ فیصلہ سرے سے کر ہی نہ پایا تھا، اس نے بارہا سوچا تھا، اور جواب میں ہر بار عفاف کی افسردہ نگاہیں اس کے ذہن کی اسکرین پر نمودار ہو جاتی تھیں، جہاں وہ کوئی فیصلہ کرنے لگتا۔

وہاں جیسے پل بھر میں ہی دل مد مقابل آن کھڑا ہوتا۔

وہ ممی کو ہرٹ کرنا قطعی نہیں چاہتا تھا، مگر ان کی خوشی اور مرضی کے بغیر کوئی قدم بھی نہیں اٹھانا چاہتا تھا، اس نے سنا تھا، جن تعلقات میں والدین کی مرضی اور رضامندی شامل نہیں ہوتی، وہ تعلقات اگر زبردستی استوار بھی کر لیے جائیں تو وہ کامیاب نہیں ہوتے۔ شاید اس میں بزرگوں کی دعائیں شامل نہیں ہوتی ہوں گی، اس نے یہی قیاس کیا تھا، مگر بہرحال وہ کوئی بددعا لے کر اپنی نئی زندگی کا آغاز نہیں کر سکتا تھا۔ مائیں بددعائیں قطعی نہیں دیتیں، بلکہ ان کی بددعائیں دعاؤں کی مانند ہوتی ہیں، مگر وہ ماں کی رضامندی کے بغیر قطعی کچھ نہیں کرنا چاہتا تھا۔

کتنے دن سے ممی نے اس سے بات نہ کی، ان کا رویہ بہت سرد تھا، جس دن عفاف کی مایوں تھی، اس سے ایک دن قبل ہی اس نے اسے فون کیا۔ اس کی کیفیت ویسی ہی تھی، کھوئی کھوئی، بے یقین، گم صم اور اس نے کچھ دریافت نہیں کیا تھا۔ اس موقع پر کوئی شرارتی جملہ بھی نہیں کہا تھا، پیچھے ڈھولک کی

آوازیں آ رہی تھیں' غالباً فاطمہ اور فہد اپنے دوستوں کے ساتھ جمع ہو کر ہلہ گلہ کر رہے تھے۔

لڑکیاں مایوں کی تقریب کے حوالے سے گیت گا رہی تھیں۔

اور دلہن بے انتہا چپ چاپ کان سے ریسیور لگائے کھڑی تھی' اور اس لمحے عزیر کے پاس بھی جیسے کوئی لفظ نہ تھے۔

...نہ خوشی کے اظہار کے

...نہ محبت کے

خاموشی سی خاموشی تھی' اور اس لمحے جیسے عفاف بھی اسی طرح پتھر ہو رہی تھی۔

پیلا جوڑا پہنا ہے تم نے...؟" اس نے جانے کیوں پوچھا تھا۔"

ہوں..." عفاف نے اثبات میں سر ہلا دیا تھا۔"

کیسی لگ رہی ہو؟" عجیب سا سوال تھا... عفاف کوئی جواب نہ دے سکی تھی' تبھی اس نے پکارا تھا۔"

عفاف...!" لہجہ بے حد دھیما تھا۔"

ہوں..." عفاف کا دل جانے کیوں یکبارگی دھڑکا تھا۔"

"کوئی بات کرو...! کوئی میٹھی سی بات... بہت کڑواہٹ سی ہے اندر تک؟"

عزیر کیا آپ کو لگتا ہے کہ اب لفظوں کی ضرورت باقی بچ گئی ہے۔" وہ جیسے بتائے بغیر سب کچھ جان گئی تھی۔"

عزیر ہم بچے نہیں ہیں، نہ ہی ہمیں دنیا کی پروا کرنی ہے، جن راستوں پر چلنے کے لیے سمجھوتے معاہدے ہوں، ان پر نہ چلنا ہی بہتر ہے۔ ابھی ہم بہت آگے تک نہیں آئے، واپسی کے بہت سے راستے کھلے ہیں، ہم واپس پلٹ سکتے ہیں۔ ہمیں بنا کسی تردد کے واپس اپنی اپنی سمتوں کی جانب پلٹ جانا چاہیے۔ دنیا کیا کہے گی اس بات کو چھوڑو۔ ہم جانتے ہیں، وہ دھیمے لہجے میں بولتی چلی گئی... "ہم چپ ہیں یہ پہلی دلیل ہے اس بات کی، ہم اس سفر کا آغاز کیونکر کریں، اس راستے پر کیوں چلیں، جہاں جا کر نہ ہمارے پاس چہرہ بچے اور نہ آنکھیں، وہ موڑ جہاں پر جا کر ہم رکیں، اور ایک دوسرے کو الزام دیتے ہوئے اندھی آنکھوں واپسی کے سفر اختیار کریں... تو کیا یہ بہتر نہ ہو گا کہ ابھی سے اس بات کا فیصلہ کر لیا جائے، اور ایک دوسرے کو اللہ حافظ کہہ کر اس تمام سلسلے کو موقوف کر دیا جائے۔

عفاف!" اس نے جیسے اسے کچھ مزید کہنے سے باز رکھا۔"

"عزیر ہمیں خود کو مزید کوئی دھوکہ نہیں دینا... پلیز کچھ مت کہو۔"

"جی لوگی میرے بغیر؟"

ہوں..." اس نے کڑے ضبط سے کہا، اور اس سے قبل کے ضبط ٹوٹتا اس نے بڑے ضبط سے کہا۔"

اللہ حافظ عزیر حسن آفندی!" اور پھر سارے رابطے جیسے ٹوٹ گئے... سارے تعلق اس ایک جملے بعد اختتام پذیر ہو گئے۔"

عزیر نے بہت لمحوں تک گم صم ریسیور کو تکا، پھر ایک گہرا سانس لے کر ریسیور کریڈل پر ڈال دیا، اور پھر بہت سست قدموں سے چلتا ہوا امی کے کمرے میں آ گیا۔ وہ سامنے کاؤچ پر بیٹھی ہوئی تھیں۔

اس نے بہت تھکے تھکے قدموں سے ان تک کا سفر کیا، قریب جا کر ان کے سامنے گھٹنوں کے بل بیٹھا،

اور پھر ان کی جانب کچھ لمحوں تک تکا' اور پھر سر ان کے گھٹنوں پر رکھ دیا' کیسا انداز تھا شکست کا۔ ہار کا... وہ لمبا چوڑا شخص' جیسے ٹوٹا بکھرا جا رہا تھا۔ ممی نے چند لمحوں کو اپنے ہونہار سپوت کو دیکھا تھا' پھر بہت دھیرے سے اس کے سر پر اپنا ہاتھ رکھ دیا تھا پھر بولیں تھیں۔

عبداللہ بھائی کو ہارٹ اٹیک ہوا تھا' کل رات ہی ان کے ہاں سے فون آیا' جب انسان کسی مصیبت میں" گرفتار ہوتا ہے' تب ہی اپنے گناہوں اور غلطیوں کی معافی کا خیال آتا ہے' یقیناً مجھ سے بھی بہت بڑی کوتاہی ہونے جا رہی تھی۔" ممی بولیں تو وہ سر اٹھا کر دیکھنے لگا۔

آنکھوں میں بڑی بے یقینی تھی' تبھی ممی مسکرا دیں۔

کوئی ماں اتنی ظالم نہیں ہو سکتی کہ اپنے بیٹے کا دل اجاڑ ڈالے۔" ممی محبت سے لبریز لہجے میں بولیں تو وہ" نفی میں سر ہلانے لگا۔

"نہیں ممی... مجھے شرمندہ مت کیجئے آپ میری جنت ہیں۔"

تو اپنی اس جنت کے لیے محبت قربان کرنے جا رہا تھا۔" ممی نے اس کے چہرے کو دونوں ہاتھوں سے" تھاما۔

پگلے مجھے آگاہ کیوں نہیں کر دیا۔" ممی کو لمحہ بھر میں اپنی تربیت پر رشک آیا' کتنا سعادت مند بیٹا تھا۔"

ممی! میں ماموں کا امیج خراب کرنا نہیں چاہتا تھا۔ وہ میرے بزرگ ہیں' حالانکہ یہ انکشاف خود میرے لیے" بہت بڑا تھا' مگر ممی!" ممی نے دریافت کیا۔

اب سب ٹھیک ہو جائے گا۔" اس نے سرشار سا ہو کر دوبارہ بچوں کی طرح ممی کی گود میں سر رکھ دیا۔"

آئی لوّیو ممی!" وہ بچوں کی سی معصومیت سے بولا' تو ممی مسکرا دیں۔"

کل میرے بیٹے کی رسم ابٹن ہے۔" می بولیں، تبھی اس کا دھیان لمحہ بھر میں عفاف کی جانب چلا گیا۔"
می آپ کی اجازت ہو تو آپ کی بہو کو منانے چلا جاؤں۔" وہ سر اٹھائے مسکراتا ہوا دریافت کر رہا تھا۔ لمحہ بھر پہلے جب وہ کمرے میں داخل ہوا تھا' تو جیسے برسوں کی تھکن اس کے ساتھ تھی۔ جسم جیسے روح سے خالی تھا' اور اب لمحہ بھر میں کیسی زندگی دوڑ رہی تھی' اس کے چہرے پر می اس کا سرشار سا چہرہ دیکھ کر مسکرا دیں اور اثبات میں سر ہلا دیا۔
تھینک یو می...!" وہ بولا اور پھر اٹھ کر باہر نکل گیا' اور می سوچنے لگی ان کی ذرا سی کوتاہی ایک ہنستے بستے" دل کو ہمیشہ کے لیے سناٹوں کی مہیب گہرائیوں میں دفن کرنے جا رہی تھی' اور اگر ویسا ہو جاتا تو!" اور وہ یہ سوچ کر ہی دہل گئی تھیں۔
خدایا شکر ہے تو نے مجھے ایک ناانصافی کرنے سے بچا لیا۔"
شادی کا گھر جیسے ماتم کدہ تھا' وہ داخل ہوا تو سامنے ہی لاؤنج میں فاطمہ بیٹھی نظر آ گئی۔
وہ کہاں ہے؟" اس نے پہلا سوال یہی کیا۔"
اپنے کمرے میں ہے۔" وہ سر اٹھا کر اس کی جانب دیکھنے لگا۔ "پاگل لڑکی ہے۔ بالکل منہ سر لپیٹے اپنے" کمرے میں پڑی ہے۔ میں نے آپ کے فون کے متعلق نہیں بتایا۔ اتنی ایگریسو ہو رہی ہے' مجھے تو ڈر لگ رہا تھا جس طرح وہ کمرے کی اشیاء کو اٹھا پٹخ کر رہی تھی' مجھے لگ رہا تھا جیسے ایک لمحے میں مجھے بھی اٹھا کر ایک طرف پھینک دے گی۔" وہ مسکرائی۔ "جانے آپ کا کیا حال کرے گی۔" وہ مسکرایا۔
"بے فکر رہو مجھے اسے ہینڈل کرنا آتا ہے۔ بوا کہاں ہیں؟"
وہ بھی اپنے کمرے میں ہیں۔" فاطمہ نے بتایا تو وہ سر ہلاتا ہوا آگے بڑھ گیا۔"

"عزیر!" فاطمہ نے پیچھے سے پکارا' وہ لمحہ بھر میں رک کر پیچھے مڑ کر دیکھنے لگا۔"

بیسٹ آف لک...!" اس نے انگوٹھے کا نشان دکھانے کے ساتھ ہی مسکرا کر دوستانہ انداز میں کہا' تو وہ" مسکرادیا۔

"!... تھینک یو"

اس نے بہت ہولے سے کمرے کا دروازہ کھولا' وہ بالکل سامنے ایزی چیئر پر آنکھیں موندیں بیٹھی تھی۔ پیلے جوڑے میں رنگت بھی بے حد پیلی ہو رہی تھی۔ اس سے ہر طرح کا تعلق ختم کرنے کے بعد بھی اس کے نام کا جوڑا نہ اتارا تھا' محبت کا کتنا دلربا انداز تھا۔

ایک طرف... انکار... اور دوسری طرف اسی آگ میں دہکنا۔"

وہ لمحہ بھر کو مسکرایا' اور پھر ہولے قدموں سے چلتا ہوا اس کے قریب آن رکا۔ کچھ لمحوں تک اسے یونہی تکا' پھر آہستہ سے چلتا ہوا اس کے قریب آن رکا' کچھ لمحوں تک اسے یونہی تکا پھر آہستہ سے اس پر جھک گیا۔

محبت نے دھیرے سے پیشانی پر دستک دی... وہ جھٹ سے آنکھیں کھول کر دیکھنے لگی' دیکھتی چلی گئی' جیسے سارا منظر خواب ہو' وہ بے یقین انداز میں سر نفی میں ہلانے لگی۔

عزیر حسن آفندی پلیز مجھے ڈسٹرب مت کرو۔"

میں بھول جانا چاہتی ہوں تمہیں' پلیز مجھے یوں یاد مت آؤ پاگل ہو جاؤں گی۔" وہ جیسے اسے خواب و خیال سمجھ کر مخاطب ہوئی۔

عزیر نے اس کے چہرے کو ہاتھوں میں تھاما۔

"!پاگل تو تم ہو... میری دیوانی... میری پگلی"

وہ مسکرایا' وہ جیسے یکدم خواب سے جاگ گئی' فوراً اٹھ کھڑی ہوئی'اور اسے آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر تکنے لگی' گویا وہ خواب نہیں واقعی حقیقت تھا۔ اس کی کیفیت پر جانے کیوں وہ مسکرادیا' وہ جانے کیوں دو قدم دور جا رکی' عزیر نے مضبوط ہاتھ بڑھا کر اسے تھاما۔

آئندہ مجھے بھولنے کی بات مت کرنا کوئی خواب وخیال نہیں ہوں۔ ایک حقیقت ہوں جیتی" جاگتی... تمہارے روبرو ہوں اور تمہارا ہوں... سر تاپاؤں اپنی دیوانی کے سامنے... یقین کرو۔" وہ دھیمے لہجے میں جیسے سرگوشی کرتا ہوا شرارت سے مسکرایا تھا۔

اس کی کمر کے گرد اس کا بازو حمائل تھا۔ اس کے باوجود میں لمحہ بھر میں جیسے بجلی سی کوندنے لگی تھی۔ ہر قسم کی کیفیت سر پر پاؤں رکھ کر بھاگ کھڑی ہوئی تھی' سانسوں میں سنسناہٹ سی تھی۔

تم... آپ یہاں کیسے...؟" وہ یکدم بوکھلا گئی تھی' وہ اسے حواس باختہ دیکھ کر جیسے محظوظ ہوتے ہوئے" ہنسا۔

خود ہی تو جال بن کر قید کیا تھا... اب اسیر کہاں تک بھاگتا' رہائی ممکن نہیں تھی۔" اس کی خوبصورت" زلفوں کو ہاتھوں سے چھوتے ہوئے جیسے مکمل استحقاق کے ساتھ شرارت کی۔

وہ لمحہ بھر میں الٹے قدموں چلتی ہوئی دیوار سے جالگی' اس کی دیوانگی سمجھ سے بالاتر تھی۔ حواس خطا کیسے نہ ہوتے۔

"... میں... میں نے آپ سے کہا تھا"

"تم تو تک بول میٹھے دو کے محبت ' رہے محروم سے سننے کان تک آج تو اظہار کوئی کا محبت ...؟... کیا

نے کہے نہیں۔" وہ مکمل طور پر غیر سنجیدہ تھا وہ زچ ہو گئی۔

"پھر ۔ مسکرایا میں انداز دھیمے ہوا دیکھتا اسے وہ تب ' گئیں بھر سے پانیوں ہی یکدم آنکھیں "! عزیر ... پلیز

اس کے سامنے جار کا' اور ایک ہاتھ دیوار پر اور دوسرا ہاتھ اس کے شانے پر رکھتے ہوئے گویا ہوا۔

"عفاف ... سب کچھ ٹھیک ہو چکا ہے۔ ہماری راہوں میں کہیں کوئی بند راستہ نہیں پڑتا۔

بلیو می ...!" وہ اسے سنجیدہ ہوتے ہوئے یقین دلاتے ہوئے بولا' تو وہ اسے چونک کر دیکھنے لگی۔

"مگر ...!"

"اوں ... ہوں ...!" ہاتھ شانے پر سے اٹھا کر اس کے لبوں پر رکھ دیا' اور کچھ مزید کہنے سے باز رکھا۔

"اپنی دلہن کو جی بھر کر دیکھنا چاہتا ہوں' مجھے تو معلوم ہی نہ تھا' ساجن کے نام کے جوڑے میں اتنے سادہ سے انداز کے باوجود حسن دوبالا ہو جاتا ہے۔" لہجہ اتنا گمبھیر تھا کہ اس کے چہرے پر یہاں سے وہاں کئی رنگ بکھرتے چلے گئے' اور اس سے قبل کہ وہ کچھ مزید کہتی وہ بولا۔

"زندگی ہار اور جیت نہیں ہے ... پیار بھی ہے' اور پیار میں اگر ارادے پکے اور یقین مستحکم ہو تو کامیابی ضرور ملتی ہے' ہو سکتا ہے ہمیشہ اور ہر ایک کے ساتھ ایسا نہ ہوتا ہو' مگر ہماری جیت' ہماری کامیابی' ہماری محبت کی ثابت قدمی کے باعث ہے ... ہم ساتھ تھے' ہم ساتھ ہیں' کچھ دیر کو راستے گجل ضرور ہوئے تھے' مگر اب ساری ڈور سلجھ چکی ہے' اب کوئی مشکل نہیں۔

"خوشبوؤں کا سفر ہمارا منتظر ہے کچھ مت سوچو مزید ... بس میری نظروں میں دیکھو ... دیکھو یہاں پیار ہے نا ... تم ہو نا۔"

وہ محبت لٹاتے لہجے میں بولا تھا۔

اور وہ اس لمحے اس کی جانب تکنے لگی تھی۔

واقعی اس کی نظروں میں نا صرف اپنا عکس جھلملاتا نظر آرہا تھا' بلکہ نظروں کی محبت بھری تپش' جیسے وجود کو اندر تک سلگا رہی تھی۔

وہ زیادہ دیر تک نہ دیکھ سکی تھی۔

اور آنکھیں جانے کیوں اس گھڑی چھلکنے لگی تھیں۔ "اوں ہوں!" عزیر حسن آفندی نے اس کی پلکوں کے سارے موتی محبت کی پوروں سے چن لیے تھے' اور تب اس کے پاس مزید کوئی جواز نہ بچا تھا' کوئی تردد باقی نہ رہا تھا۔

اس نے دل کی آواز کو بغور سنتے ہوئے. بہت ہولے سے اس کے فراخ سینے پر سر رکھ دیا تھا' اور ایک اطمینان جیسے روح میں سرایت کرنے لگا تھا۔

جو شخص اپنی پوروں سے اس کی پلکوں کے سارے اشک چن سکتا تھا وہ مشکل راستوں کی تمام رکاوٹیں بھی یقیناً دور کر سکتا تھا۔

یہ اطمینان یہ یقین تمام عمر کے لیے کافی تھا۔

☆☆☆ختم شد☆☆☆